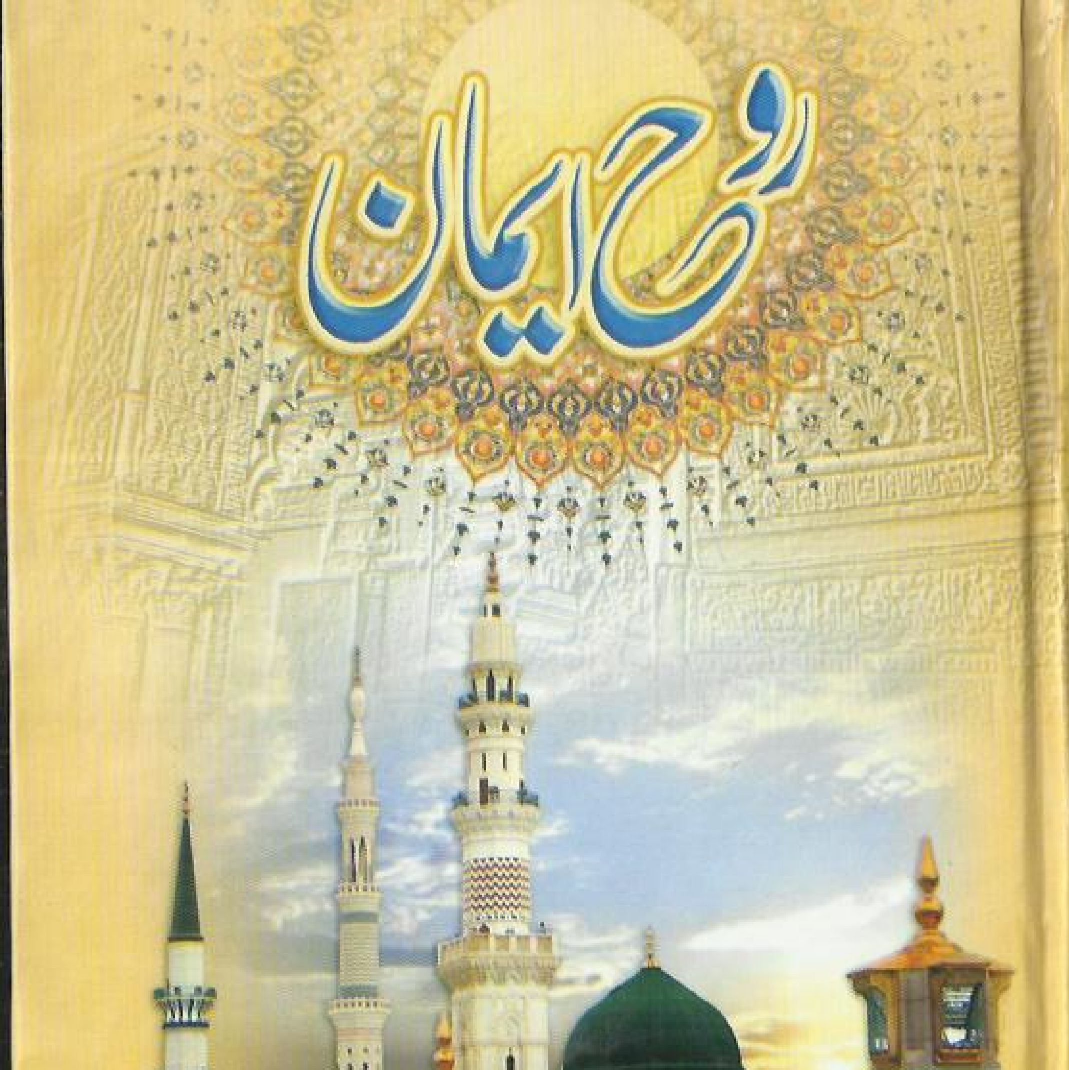

روح ایمان

تصنیف لطیف

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری

باہتمام

صاحبزادہ پیر سید مصطفیٰ اشرف رضوی

ناشر: شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

گنج بخش روڈ

لاہور

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولای صل وسلم دائما ابدا   علی حبیبک خیر الخلق کلهم
هو الحبیب الذی ترجی شفاعته   لکل هول من الاهوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین   والفریقین من عرب ومن عجم
فان من جودک الدنیا وضرتها   ومن علومک علم اللوح والقلم

رضوان کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور
Cell: 0300-8038838, 0300-9492310
Tel: 042-37114729
Web: www.hizbulahnaf.com

اس کتاب میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کی عظمت کو کتاب و سنت کی
روشنی میں بیان کیا گیا ہے

روح ایمان

تصنیف لطیف
امیر اہل سنت شارح بخاری
حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری قدس سرہ العزیز
(ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان)

باہتمام
صاحبزادہ پیر سید مصطفیٰ اشرف رضوی ایم اے فاضل علوم اسلامیہ شہادۃ العالمیہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

رضوان کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور
Cell: 0300-8038838, 042-37114729
www.hizbulahnaf.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب •••--•--••• رُوحِ ایمان

مصنف •••--•--••• امیر اہلسنّت شارح بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد

•••--•--••• رضوی محدث لاہوری قدس سرہ العزیز امیر و شیخ الحدیث

•••--•--••• دار العلوم حزب الاحناف لاہور

پروف ریڈنگ •••--•--••• صاحبزادہ عبدالرحمٰن رضا قادری

•••--•--••• متعلم دار العلوم حزب الاحناف لاہور

کمپوزنگ •••--•--••• عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور

باہتمام •••--•--••• صاحبزادہ پیر سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی (ایم اے)

•••--•--••• امیر مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

صفحات •••--•--••• 200

ناشر •••--•--••• شعبہ تبلیغ مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

قیمت •••--•--••• [redacted] پے

ملنے کا پتہ

رضوان کتب خانہ

گنج بخش روڈ لاہور فون: 042-37114729

✿ شعبہ تبلیغ مرکزی دار العلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور

بفیضانِ کرم:

خلیفہ و تلمیذ شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی

حضرت علامہ ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ رضوی مشہدی قدس سرہ العزیز

بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

خلیفۂ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ امام اہلسنت سراج اہل التقویٰ مفتی اعظم

حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رضوی مشہدی قدس سرہ العزیز

بانی و امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

خلیفۂ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ امام اہلسنت مجاہد تحریک ختم نبوت مفسر القرآن

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رضوی مشہدی قدس سرہ العزیز

آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولاد علی رضی اللہ عنہ خانوادۂ امام علی رضا رضی اللہ عنہ گلِ نایاب از ابوالبرکات

حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید مسعود احمد رضوی مشہدی مدظلہ

مسند نشین آستانہ عالیہ قادریہ اشرفیہ برکاتیہ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

بفیضانِ نظر:

صاحبزادہ پیر سید مصطفیٰ اشرف رضوی ایم اے فاضل علوم اسلامیہ فاضل عربی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

فہرست

انتساب 5

تعارف مصنف 9

ابتدائیہ 16

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ 18

دُرود وسلام کی اہمیت وفضیلت 23

نگاہ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر 29

خیر البشر خیر الوریٰ ﷺ 46

ثنائے سرکار ﷺ ہے وظیفہ 55

حضور ﷺ سے محبت 55

نوری شمعیں 56

صحابہ کی لاٹھیاں 56

جنت کا چشمہ 58

مالک جنت کون؟ 59

شرح صدر 60

حضور ﷺ کے علم کی وسعت 61

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سراپا اعجاز 70

تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں 73

رسالت 73

کعبہ 74

عورت 74

شراب، جواء 75

سود 75

زنا اور فواحش 75

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ 77

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ 80

تکبیر تحریمہ نماز میں فرض ہے 80

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ 82

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ 84

درود وسلام کے برکات وحسنات 86

درود شریف کے فضائل 86

دُرود کے معنی 89

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد 90

شہد کی مکھیاں 91

اسلام میں سُنت رسول ﷺ کا مقام 93

سوال اوّل کا جواب یہ ہے 93

سوال دوم کا جواب یہ ہے 94

سوال سوم کا جواب یہ ہے 96

مُعلّم کتاب 97

تلاوت آیات 98

تعلیم حکمت 100

رسول کا مرتبہ ومقام 102

وحی متلو وغیر متلو 110

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سنت نبوی ﷺ سے استدلال واستناد 118

قرآن اور صاحب قرآن 123

نزول قرآن کی کیفیت 124

رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن کریم

نازل ہوا 124

نزول قرآن کی مدت ۲۳ سال 125

وحی الٰہی کا جلال اور عظمت 125

سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت 126

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے 127

اللہ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا اور اس کے اسرار کی تعلیم دی 128

قرآن حضور ﷺ کا معجزہ کامل ہے 128

قرآن حضور ﷺ کا لازوال معجزہ ہے 129

قرآن کی مثل لانا ناممکن ومحال ہے 129

قرآن ایک محفوظ کتاب 131

قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کر سکتی 132

قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے 133

قرآن میں زیادت ونقصان ناممکن ہے 134

حفاظت نبوی ﷺ 134

علومِ قرآن 136

قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے 137

توریت 138

حضور ﷺ ہی قرآنی علوم ومعارف کے عالم ہیں 138

قرآن کی تفسیر وتوضیح کا حق صرف حضور ﷺ کو ہے 138

میلاد النبی ﷺ 141

قرآنِ حکیم اور میلاد 142

تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے میلاد خواں ہیں 143

حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد پڑھا 145

مجلس میلاد کیلئے فرش ومنبر کا اہتمام 146

اذان کے بعد بھی درود پڑھا جائے پھر دعا کی جائے 149

ردائے نبوی ﷺ 150

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کا منصب ومقام اور آپ کے مرتبہ ورُتبہ کی عظمت ورفعت 152

حضور اقدس ﷺ کی قانونی اور تشریعی حیثیت 154

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی عزت افزائی کیلئے آپ سے اُمت کے متعلق مشورہ فرمایا 155

حکم نبوی ﷺ کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو سجدہ تو نہ کرتے مگر صحابہ کا دل چاہتا تھا کہ حضور کو سجدہ کریں 156

حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان واعتماد کی کیفیت 157

حضور علیہ السلام کے استعمال شدہ پارچات بھی باعث برکت ورحمت ہیں 157

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے موئے مبارک کو بھی دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے 158

حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کی ایک مثال 159

حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا 159

حضور علیہ السلام کا کفِ دست ریشم ودیبا سے زیادہ نرم تھا 160

حضور علیہ السلام کے روضۂ انور کی زیارت کرنے والے کیلئے حضور ﷺ کی شفاعت ضروری ہوگی 160
حسینانِ عالم میں سب سے حسین 161
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ﷺ ٹھہرے 162
حج عمر میں ایک بار ہی فرض ہے اگر حضور ﷺ ہاں کہہ دیں تو ہر سال فرض ہو جائے 162
حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے 162
حضور سرورِ عالم ﷺ کے تبسم سے در و بام روشن و منور ہو جاتے 163
پسینہ مبارک کی بینظیر خوشبو 163
حضور علیہ السلام کیلئے اندھیرا حجاب نہیں بنتا 164
حضور علیہ السلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے 164
حضور ﷺ جب خندہ فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں 164
حضور علیہ السلام کے لعاب سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی 164
حضور اقدس ﷺ کا حسن و جمال بے مثل و بے مثال 165
شیطان، حضور علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے نہیں آ سکتا 165
حضور اقدس ﷺ جس راستے سے گزرتے وہ خوشبو سے مہک جاتا 166
بلغ العلیٰ بکمالہ 167
انبیاء کی ضرورت 167
حسنِ محمدی 168
ہستی کا نقشِ اوّل 169
اختیارِ نبوی ﷺ 170
بے سایہ رسول 172
ولادتِ باسعادت 172
طلوعِ اجلال 173
دُعاءِ خلیل 173
حضور ﷺ کی شانِ علمی 175
شاہد و شہید رسول 176
حضور ﷺ کا علم وسیع 177
دُودھ کا پیالہ اور اصحابِ صفہ 180
حنین جذع 182
النبی الامی 183
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری 186
اے غیب کی خبریں دینے والے 186
الجواب 186
وہ خدا کا آستانہ...... یہ نبی کا آستانہ 189
مکہ معظمہ کی عظمت و برکت 191
مکہ کے حرم ہونے کا مطلب 191
مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے 192
حضور ﷺ نے مدینہ کو حرم بنایا 193
خلیل و حبیب میں فرق 194
واضح ہو 195
حرم مدینہ کا احترام و اجلال 195
فوائد و مسائل 196
فضائل مدینہ 197

تعارف مصنف

امیر اہلسنّت شارح بخاری حضرت علامہ

سیّد محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شارح بخاری حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۹۲۴ء میں آگرہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی۔ علامہ رضوی نجیب الطرفین سیّد ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب چالیس واسطوں سے امام علی رضا مشہدی بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اور والدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب پینتالیس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ علمی وروحانی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور اسی میں نشو ونما پائی۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد سیّد المحد ثین مولانا سیّد محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں بقیہ کتب مولانا مہر دین بدھوی اور حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۹۴۷ء میں جامعہ حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسے میں آپ کی دستار بندی کرائی گئی۔ حضرت علامہ رضوی نے ۷ جون ۱۹۴۷ء کو موقر جریدہ ”رضوان“ جاری کیا۔ ۲۷ تا ۳۰ اپریل کو بنارس سنی کانفرنس میں پنجاب کے دینی مدارس کے طلبہ کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے شریک ہوئے اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنے تایا جان حضرت علامہ سیّد ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھرپور کام

کیا اور شاہی قلعہ میں قید بھی ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کا آپ کو مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرزائیوں کو کافر قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ نے کل پاکستان سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام منعقد کروائی) اور آپ اس کانفرنس کے کنونیئر تھے اس کانفرنس کے موقع پر آپ کو متفقہ طور پر جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی سیکرٹری جنرل چنا گیا اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سجادہ نشین سیال شریف کو صدر منتخب کیا گیا۔ اسی کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

۱۹۷۱ء میں برطانیہ کے نام نہاد ڈاکٹر منہاس نے ایک دل آزار کتاب لکھی جس میں اس نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں اس کتاب کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا جس کی پاداش میں اس وقت کی ایوب مارشل لاء حکومت نے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر علماء و مشائخ کے ہمراہ گرفتار کر لیا۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشق رسول اور لوگوں میں فروغ عشق رسول ﷺ کیلئے مسلسل کوشاں رہتے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ء کو لاہور سے ”یارسول اللہ کانفرنس“ کا سلسلہ جاری کر کے لوگوں میں نئی روح پھونک دی جو کہ ابھی تک تسلسل سے جاری و ساری ہے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۷۵ء میں حکومت پاکستان نے ان کی دینی و ملی و مذہبی خدمات کے اعتراف میں ملک کا اعلیٰ ترین سول اعزاز ”ستارہ امتیاز“ دیا۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، ممبر وفاقی مجلس شوریٰ، چیئرمین زکوٰۃ و عشر کمیٹی لاہور، مشیر وفاقی شرعی عدالت، مشیر صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اور دیگر متعدد کمیٹیوں میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد دین و

ملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص اور خلیفہ مجاز تھے۔ اس طرح حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ حدیث و بیعت صرف ایک واسطہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے۔

حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ حزب الاحناف کے مہتمم بھی رہے اور مختلف دینی، قومی، ملی و ملکی تحریکوں کا مرکز حزب الاحناف کو بنایا۔ آپ کے ہزاروں شاگرد ملک و بیرون ملک دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف عمل ہیں اور خود آپ نے بھی متعدد مرتبہ مختلف بیرونی ممالک کا دورہ فرمایا۔

اولاد

آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا ہے۔ جن میں صاحبزادہ سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی صاحب فاضل درس نظامی (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات) آپ کے جانشین ہیں۔

حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث میں بلند پایہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے علم حدیث اپنے دادا شیخ المحدثین حضرت سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والد مفتی اعظم علامہ سیّد ابوالبرکات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور آپ کے دادا نے علم حدیث حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا جو کہ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر شاگرد تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ حدیث تین واسطوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد سے جاملتا ہے۔

وصال مبارک

آپ کا وصال مبارک بروز جمعرات ۴ رجب بمطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو لاہور

میں ہوا۔ دوسرے دن بعد جمعۃ المبارک آپ کی نماز جنازہ ناصر باغ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ آپ کے بھائی صاحبزادہ حضرت علامہ سیّد مسعود احمد رضوی نے پڑھائی۔ جس میں ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) میں حضرت شارح بخاری کا خطبہ استقبالیہ

حضرات علماء کرام و مشائخ ملت اور عمائدین اہلسنت و مسلمانان پاکستان میں صمیم قلب کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور کلمہ حق کی حمایت و نصرت کیلئے دور دراز کے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے کل پاکستان سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ میں دارالسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے غیور مسلمانوں اور خصوصاً علامہ مختار الحق صاحب صدیقی اور ان کے مخلص رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے انتہائی خلوص اور للّٰہیت کے ساتھ اس عظیم الشان، ایمان افروز اور باطل سوز کل پاکستان سنی کانفرنس کا ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا۔

معزز حاضرین آج سے کچھ عرصہ قبل ٹوبہ کی اس زمین پر چند لادینوں نے جمع ہو کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی تھی کہ پاکستان اور خصوصاً ٹوبہ کے کسان، مزدور اور محنت کش اپنے حقوق کا تحفظ سوشلزم اور کمیونزم ایسے لادینی نظاموں میں سمجھتے ہیں علماء و مشائخ اہلسنت و اکابرین ملت و مسلمانوں کا یہ عظیم اجتماع اس امر کی واضح دلیل ہے کہ لادینوں کا یہ تاثر غلط اور واقع کے خلاف ہے اور آج یہ بات زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گئی ہے کہ پاکستان کے مسلمان اسلام کے سوا کسی اور نظام میں اپنی نجات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

حضرات عمائدین ملت! جمعیت العلماء پاکستان ملک کی ایک بااصول دینی و سیاسی جماعت ہے، جس کا مقصد توحید اسلام کے عالمگیر نظام حیات کو زندگی کے ہر شعبے

میں نافذ وجاری کرنا ہے اور اسی مقصد کے حصول کیلئے جمعیت سرگرم عمل ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جس نے قیام پاکستان اور حصول پاکستان کیلئے خلوص خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس قائم کر کے ہندو سامراج کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملادیا اور مخالفین پاکستان کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

جمعیت نے بلاخوف لومۃ ولائم حق کی حمایت ونصرت کو اپنا نصب العین بنا کر ہر نازک موڑ پر کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کی روشنی میں ملک وملت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ اس خطہ پاک میں کتاب و سنت پر مبنی دستور نافذ ہو ملک کے سیاسی ومعاشی واقتصادی مسائل صرف اسلام کی روشنی میں حل کیے جائیں اور حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کے دور سعید کی رہنمائی میں عدل وانصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا جائے مگر افسوس ۲۳ سال کے طویل عرصہ میں جو لوگ بھی برسراقتدار آئے ان میں سے کسی نے بھی اس خطہ پاک میں اسلامی نظام کے قیام ونفاذ کے منافی امور کی خوب حوصلہ افزائی کی حتیٰ کہ ایسے قوانین نافذ کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہ کی جو قرآن وسنت کے صریح طور پر خلاف ہیں۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان ایک آزاد اور خودمختار مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ قانون آزاد ہند جس کے تحت یہ مملکت وجود میں آئی اس میں یہ لکھ دیا گیا تھا کہ جب تک پاکستان کیلئے آئین ساز اسمبلی دستور مرتب نہیں کرتی۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء ہی پاکستان میں رائج رہے گا۔

نو سال کا عرصہ تو یونہی گزر گیا اور آئین مرتب نہ ہوسکا ۱۹۵۶ء میں آئین بنا مگر ڈھائی سال تک انتخابات کی نوبت نہ آئی اور جب یہ آئین نافذ ہوا اور اس کے

تحت عبوری دور کیلئے صدر مملکت کا انتخاب ہوا تو اسی صدر کے ہاتھوں مارشل لاء کا نفاذ عمل میں آیا۔ جس نے آئین کو ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی موت کی نیند سلا دیا۔ دوسرے مرحلہ میں ایوب خان نے ایک آئین بنایا مگر اس کا حشر بھی وہی ہوا جو سابق آئینوں کا ہوا اور اس طرح ملک متعدد بار دستوری بحران کا شکار ہوتا رہا اور ذاتی اقتدار کی جنگ نے اس خطہ پاک کو سرزمین بے آئین ہی رہنے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر حصال کیا گیا تھا لادینوں نظریہ پاکستان کے مخالفوں اور غیر ملکی ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن گیا اب صورت حال یہ ہے۔

پاکستان کی وحدت ملی کیخلاف علاقائی' لسانی اور نسلی منافقتوں کے فتنے جاگ اُٹھے ہیں۔ سندھ میں جے سندھ کا نعرہ پرورش پا رہا ہے سرحد میں پختونستان کی تحریک سر اٹھا رہی ہے اور مشرقی پاکستان میں بنگلہ دیش کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

طبقاتی کشمکش نقطہ عروج پر پہنچ گئی ہے۔ مزدور' کسان اور محنت طبقہ کے حقوق تلف کئے جا رہے ہیں۔ سرمایہ پرستی کے مروجہ ظالمانہ نظام نے وسائل دولت کو چند خاندانوں میں مرکوز کر دیا ہے۔ امیر' امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب روٹی سے محروم ہے۔

لادین طاقتیں الحاد و زندقہ پر مبنی سیاسی و اقتصادی نظام رائج کرنے کی فکر میں ہیں اور نظریہ پاکستان کے دشمن گاندھی و نہرو کے دیرینہ نیاز مند' اکھنڈ بھارت اور متحدہ قومیت پر عقیدہ رکھنے والے چند کانگریسی مولوی اشتراکی الحاد کو خلافت راشدہ کا نام دے رہے ہیں۔

را کے ایجنٹ اور غیر ملکی طاقتوں کے آلہ کار پاکستان کے خرمن امن کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور جلاؤ گھراؤ کی امن سوز سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

یہ وقت قومی سطح زندگی کا انتہائی نازک دور ہے اور باطل کے علمبردار جس چابکدستی سے اس ملک میں دام ہمرنگ زمین بچھا رہے ہیں۔ اس کے پیش نظر پاکستان کے

غیور مسلمانوں خصوصاً علماء ومشائخ اہلسنت کی ذمہ داریاں کئی گناہ زیادہ ہوگئی ہیں۔ اگر اس نازک موڑ پر اکابرین ملت وعمائدین امت نے وقت کے تقاضوں کو لبیک نہ کہا تو اس کا خمیازہ پوری قوم کو بلکہ آنے والی نسلوں کو بھگتنا پڑے گا۔

ضرورت ہے کہ پاکستان کے مسلمان علماء ومشائخ اہلسنت حق کی حمایت و نصرت کے میدان عمل میں گامزن ہوکر باطل پرستوں کے عزائم کو خاک میں ملادیں اور یہ واضح کردیں کہ پاکستان صرف اور صرف اسلام کیلئے ہے اور اسلام کے سوا اس خطہ پاک میں کسی اور مذہب کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔ علماء اہلسنت دین اور بے دینیت کی اس کشمکش میں اسلام کا مقدس علم ایمانی جرات کے ساتھ بلند رکھیں۔

حضرات مشائخ ملت! یہ کانفرنس ۹ کروڑ سنی مسلمانوں کو وسیع تر نمائندگی پر ہو رہی ہے تاکہ ملکی سطح پر اہلسنت کے اس تاریخی کردار کو دہرایا جاسکے جو تحریک پاکستان کے وقت سنی علماء ومشائخ نے ۱۹۴۶ء میں بمقام بنارس ادا کیا تھا۔ انشاءاللہ یہ کانفرنس اہلسنت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گی اور سوشلزم وکیمونزم کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی۔

دارالسلام (ٹوبہ) کی کل پاکستان سنی کانفرنس کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام، اسلامی اقدار کی حفاظت، حقوق اہلسنت کا تحفظ، اسلام کی عادلانہ، منصفانہ اقتصادی نظام کے ذریعے مزدوروں، کسانوں اور محنت کش طبقہ کے حقوق ومفادات کی عملی طور پر نگہداشت، گھیراؤ اور جلاؤ کی امن سوز سرگرمیوں اور غیر ملکی ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کا سدباب اور بھارت کے مظلوم مسلمانوں کو ہندو سامراج کے ظلم وستم سے بچانے کیلئے موثر اقدام کرنا ہے۔

حضرات علماء ومشائخ! یہ ہیں وہ مسائل وحالات جن کے متعلق ٹھوس اور موثر پروگرام قوم کے سامنے پیش کرنے کیلئے آپ کی رہنمائی ورہبری کی ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ○

ابتدائیہ

اللہ عزوجل جل مجدہٗ کے ذکر کے ساتھ ہی اس کے عظیم وجلیل آخری رسول حضور سیّد عالم ﷺ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ سے یہ فرمایا ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا۔ کلمہ میں، اذان میں، اقامت میں، خطبہ میں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نماز میں بھی حضور کا ذکر رکھا گیا ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات وصفات کی پہچان ضروری ہے ایسے ہی اس کے حبیب مکرم حضور سرورِ عالم ﷺ کی ذات وصفات آپ کے مرتبہ ومقام کی عظمت اور آپ کے منصب ودرجہ کی رفعت کو جاننا اور ماننا بھی ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معرفتِ رسول کے بغیر معرفتِ خدا ناممکن ہے۔ رسول ہی اللہ کی پہچان کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے مقدس طیب وطاہر معصوم رسول کی ذات وصفات مرتبہ و مقام کو جانیں اور اس پر ایمان لائیں۔ یہ کتاب جس کا نام رُوحِ ایمان ہے۔ اس کا موضوع حضور سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے کتاب وسنّت کی روشنی میں حضور

کے فضائل ومناقب، مرتبہ ومقام اور آپ کے عظیم وجلیل منصب کو بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوع کی کتاب کی ضرورت اور افادیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ آج کل ایک گروہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصافِ حمیدہ ومعجزاتِ جمیلہ اور آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت سے انکار کر رہا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حضور نبی کریم علیہ السلام کے فضل وشرف کو تسلیم کرنے کی توفیقِ عطا فرمائے۔ (آمین)

سیّد محمود احمد رضوی

مدیر رضوان

* * *

وَرَفَعۡنَالَكَ ذِكۡرَكَ

حضور سرورِ عالم نُورِ مجسم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے آپ کے ذکرِ پاک کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ جب سے دنیا کی ابتداء ہوئی ہے۔ آپ کا ذکر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ وقت کا کوئی لمحہ اور گردشِ لیل و نہار کی کوئی ساعت ایسی نہیں ہے۔ جس میں آپ کا ذکر نہ ہو اور آپ کی ذاتِ اقدس پر صلوٰۃ و سلام کا مبارک عمل نہ جاری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو ابدیت بخشی ہے اور ایمان کی تکمیل آپ کے ذکر پر موقوف رکھی ہے اور آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفیٰ علیہ السلام بھی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریلِ امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا آپ کا رب فرماتا ہے۔ اے حبیب تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

قَالَ اِذَا ذُكِرۡتُ ذُكِرۡتَ مَعِیۡ۔ (زرقانی علی المواہب)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

جَعَلۡتُ تَمَامَ الۡاَیۡمَانِ بِذِكۡرِكَ مَعِیۡ، جَعَلۡتُ ذِكۡرًا مِنۡ ذِكۡرِیۡ

فَمَنْ ذَکَرَکَ ذَکَرَنِیْ۔ (شفاء ص ۱۲ ج ۱)

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے میرے رسول میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَفَعَ اللّٰہُ ذِکْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَہْ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے۔ کوئی خطیب، کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادتِ اُلوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت نہ ادا کرے۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نام محمد ﷺ

سورہ آلِ عمران آیت اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ سے واضح ہے کہ سب سے پہلے خود ربِ کائنات نے عالمِ ارواح میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر فرمایا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا پختہ عہد لیا۔ اسی عہد ربانی کے مطابق تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور کے ذکرِ جمیل سے رطب اللسان رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اپنی اپنی امتوں کو سناتے رہے اور آپ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے فرمایا۔ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو۔ لہٰذا خلافت کو تقویٰ اور یقینِ محکم کے ساتھ پکڑے رہو۔

فَکُلَّمَا ذَکَرْتَ اللّٰہَ فَاذْکُرْ اِلٰی جَنْبِہٖ اِسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔

اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی محمد ﷺ کا ذکر بھی کرنا کیونکہ جب میں رُوح و مٹی کے درمیان تھا تو میں نے اُن کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے آسمانوں پر نظر کی تو کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں نام محمد ﷺ لکھا ہوا نہ ہو۔ جب میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت کے ہر محفل ہر بالا خانے پر برآمدے پر حُوروں کے سینہ اور جنت کے تمام درختوں اور اُن کے پتوں، شجرِ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے ہر گوشہ پر اور ملائکہ کی آنکھوں پر محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا ہے۔

فَاَکْثِرْ ذِکْرَہٗ۔ (زرقانی علی المواہب)

لہٰذا تم اُن کا کثرت سے ذِکر کیا کرو۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے موقع پر حضور ﷺ کی بعثت کی دعا مانگی۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے دَور میں حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کے خطبے پڑھے۔ حتیٰ کہ آخری مُژدہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ کہتے ہوئے دنیا میں آئے۔ یہ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ ایک اولوالعزم صاحب کتاب اور صاحب معجزات رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کا ذکر کرتے ہوئے دنیا میں قدم رکھ رہے ہیں اور یہ حضور ﷺ کی بہت ہی عظیم و جلیل خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرائضِ نبوت میں سے ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میرے بعد خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لا رہے ہیں۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (ابنِ عساکر)

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

حضورِ اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس پر بات ختم ہوگئی۔ آپ نبی آخر ہیں۔ آسمانِ نبوت کے نیرِ اعظم اور ہدایت وموعظت کے ماہِ تاباں ہیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ جوشریعت آپ لائے وہ بھی آخری شریعت ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ شریعت، قیامت تک آپ کا ہی دین باقی رہے گا۔ اس لئے آپ کے ذکرِ جمیل کی محفلیں قائم ہوتی رہیں گی۔ آپ کی سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کا ذکر ہوتا رہے گا اور آپ کی ذاتِ مبارک پر درود وسلام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ آخرت میں بھی اوّلین وآخرین آپ کا ذکر اور آپ کی مدح وثنا کریں گے۔ ارشادِ باری ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اس مقام پر کھڑا کرے گا جہاں سب تیری حمد کریں گے۔

روزِ محشر حضور ﷺ کو ایک جھنڈا بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہوگا۔ جس کا نام لواء الحمد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اس جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں روزِ محشر تمام انبیاء، اصفیاء، شہداء وصدیقین اولیاءِ کرام جن وانسان حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ذکر آپ کی مدح وثنا اور آپ کی تعریف وتوصیف کریں گے۔ (تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۹۲)

ذکرِ رسول کی عظمت کا یہ پہلو بھی بہت اہم ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں کوئی دُعا آپ کی ذاتِ اقدس پر درود وسلام پڑھے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَایَصْعَدُ مِنْهُ شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّكَ۔

دُعا زمین و آسمان کی درمیان رُکی رہتی ہے اوپر نہیں جاتی جب تک نبی علیہ السلام پر دُرود نہ بھیجا جائے۔

نہ صرف یہ بلکہ مرضی الٰہی یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی نشست اور کوئی مجلس ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے خالی نہیں۔ چاہے اگر زندگی میں ایک نشست بھی ذکر الٰہی اور ذکر الرسول سے خالی ہوئی تو قیامت کے دن اس پر بازپُرس ہوگی اور اس وقت سخت حیرت و پشیمانی ہوگی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ ہی اپنے نبی پر دُرود بھیجا۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ عَلٰى وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ۔ (ترمذی شریف)

تو قیامت میں ان کیلئے حسرت و خسران کا باعث ہوگا۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے اور بخش دے۔

الغرض یہ خصوصیت صرف اور صرف حضور سرورِ کائنات ﷺ ہی کو حاصل ہے کہ عالمِ ارواح میں بزمِ ملائکہ میں انبیاء و مرسلین کی مجالس میں عبادات و طاعات میں مواعظ و خطبات میں کلمہ طیبہ میں اذان و اقامت میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظِ جمیل کے ساتھ اور حریمِ حق میں اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کے کلمات طیبات سے آپ کا ذکر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور یہی حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ذکرِ پاک کی وہ خصوصیت و فضیلت ہے اور آپ کے مرتبہ و مقام کی وہ عظمت ہے جسے ربِ کائنات نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ سے بیان فرمایا ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

دُرود وسلام کی اہمیت وفضیلت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (احزاب)

بیشک ۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

۱) اس آیت میں اہلِ ایمان کو مخاطب بنا کر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقدس رسول پر صلوٰۃ وسلام عرض کریں اور اس خطاب اور حکم میں وزن پیدا کرنے کیلئے بطور تمہید فرمایا گیا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صلوٰۃ علی النبی خداوندِ قدوس اور اس کے معصوم فرشتوں کا معمول ودستور ہے تو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اے ایمان والو تم بھی اسے معمول بنا کے اس محبوب ومبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

۲) یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے حکم وخطاب کا یہ انداز قرآنِ مجید میں صرف صلوٰۃ علی النبی کیلئے ہی اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کیلئے یہ انداز اختیار نہیں کیا گیا کہ خدا اور اس کے معصوم فرشتے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ جس سے صلوٰۃ علی النبی کی عظمت واہمیت اور حضور اقدس ﷺ کے مقامِ محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

فقہاءِ اُمت فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ہر فردِ اُمت پر فرض ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یہ ہے کہ ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اگر درود نہ پڑھا تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بیشک واجب ہے۔ جس میں حضور ﷺ کی بارگاہِ عالی میں سلام بھی آجاتا ہے لیکن تشہد کے بعد نماز میں مُستقلاً درود شریف پڑھنا فرض و واجب تو نہیں بلکہ اہم سنّت ہے...... اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اسی طرح فرض ہے جیسے آپ کی رسالت یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا نیز آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام کیلئے آیت میں کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا اس لئے درود و سلام عرض کرنا تمام اوقات میں صالح اعمال میں سے افضل ترین عمل ہے اور درود و سلام پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے۔ اذان کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نام لیتے وقت جمعہ کے دن اور رات کو درود پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّ عَلَّی مَرَّۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

۲) عَنْ اَنَس قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّ عَلَیَّ صَلوٰۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئٰتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ

مجھ پر ایک بار درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

۳) عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ نِیَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ صَلَّ عَلَیَّ مِنْ اُمَّتِیْ صَلٰوۃً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرَ صَلٰوتٍ وَرَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَکَتَبَ لَہٗ بِھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحٰی عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ۔ (نسائی)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرا جو اُمتی خلوصِ دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجتا ہے اور اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے۔

۴) عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبُشْرُ فِیْ وَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَاءَنِیْ جِبْرَائِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَامُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیْ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا۔ (نسائی، دارمی)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ انور پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے اس کا

---

(۱) مفسرین کرام نے نُور سے مراد حضور کی ذات لی ہے۔ دیکھئے تفسیر کبیر ص ۳۹۵ ج ۲ تفسیر ابن عباس ص ۲۷ خازن ج ۱ ص ۳۱۷ مدارک ج ۱ ص ۲۷۰ روح المعانی ج ۶ ص ۸۷ روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸ معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۳ درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱ مدارج النبوۃ۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی۔ شفاء ج ۱ ص ۱۰ تفسیر جلالین۔ تفسیر ابنِ جریر امداد السلوک ص ۱۵۸ از رشید احمد گنگوہی۔ نشر الطیب ص ۷ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی

سبب بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ آج جبرائیل امین آئے اور انہوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں یہ بات راضی اور خوش نہ کرے گا کہ تمہارا جو اُمتی تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر دس صلوٰتیں بھیجوں اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔

۵) اِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَانِىْ فَقَالَ مَنْ صَلَّ عَلَيْكَ مِنْ اُمَّتِكَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَشْرًا وَرَفَعَهٗ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ۔ (معجم اوسط للطبرانی وسنن سعید بن منصور)

جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو امتی تم پر ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا۔

۶) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ يُّغْفَرَلَهٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَكَ عِنْدَهٗ اَبَوَاهُ الْكِبَرَ اَوْ اَحَدُهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کیلئے رمضان (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و خدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرا لے) اور ذلیل ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کر کے) جنت کا استحقاق حاصل نہ کرے۔

۷) عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اُحْضُرُوْا فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارتقىٰ الدَّرَجَةَ قَالَ اٰمِيْن ثُمَّ ارْتَقٰى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اٰمِيْنِ ثُمَّ ارْتَقٰى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اٰمِيْنِ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ، فَقَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُضُ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ، فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَه قَالَ بَعُدَ مِنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلِ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ ۔ (آمین) (رواہ الحکم فی مستدرک وقال صحیح الاسناد)

حضرت کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو فرمایا۔ میرے پاس آؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب منبر کے پہلے درجے پر آپ نے قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا۔ آمین۔ اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا۔ آمین۔ پھر جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو ہم پہلے کبھی نہیں سنتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبرائیل امین آ گئے انہوں نے کہا تباہ و برباد ہو وہ شخص جو رمضانِ پاک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا برباد ہو وہ شخص جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی آپ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے جواباً کہا آمین۔ جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا بد بخت ہے وہ شخص جس کے ماں باپ یا ان دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ جنت کا مستحق نہ ہو جائے۔ میں نے اس پر بھی آمین۔ کہا۔

۸) عَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِىْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَه، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ۔ (ترمذی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اصل کنجوس اور بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِىْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَىَّ صَلٰوةً۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجتا ہے۔

……

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

(سورہ الحدید آیت ۳)

وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن، وہی سب کچھ جانتا ہے۔

سورہ حدید کی اس آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزت جل مجدہ کی صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے ہر شے سے پہلے بے ابتداء ہے کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھا۔ تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔ وہ آخر ہے ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔ ہر شے فانی ہے، باقی تو صرف اسی کی ذات ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

(سورہ رحمٰن آیت ۲۶)

کائنات میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی تمہارے رب کی ذات ہے عظمت و بزرگی والی۔

جن، فرشتے، انبیاء، اولیاء، اصفیاء، غرضیکہ کل جہان اس کے فضل و کرم کا محتاج ہے۔ کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ عالم کا ذرہ ذرہ اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ کیونکہ وہ آخر ہے، باقی ہے۔ سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کیلئے ہے...... وہ ظاہر

بھی ہے، دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ ہر شے پر غالب ہے، جو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔ فعال لما یرید ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیْئٍ قدیر اسی کی شان ہے۔

وہ باطن ہے۔ سننے، سمجھنے، دیکھنے، سوچنے اور پرکھنے کی قوتیں اس کے ادراک سے اور وہم قیاس گمان اس کے حقیقی عرفان سے عاجز و درماندہ ہیں۔

وہ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٍ ہے۔ اس کے علم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ عالم الغیب والشہادہ صرف اور صرف اسی کی ذات ہے۔ اس کی صفتِ علم ازلی، ابدی، دائمی، ذاتی اور سرمدی ہے۔

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار غرضیکہ ہر شئی اور ہر چیز کا وہی تنہا حقیقی مالک و مختار ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی فضل و کمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے۔ وہ اس کی عطا ہی سے ہے اس کی مشیت کے خلاف بڑی سے بڑی شخصیت بھی ایک تنکا اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتی۔

ماسہ گھٹے نہ تِل بڑھے بن سائیں کی چاہ
لا تتحرک ذرّۃ اِلّا باِذن اللہ

تمام عظمتیں اور تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے۔ تصویر کی تعریف مصور کی تعریف ہے۔ عالمِ امکان کی کسی بھی چیز کی تعریف کیجئے، تعریف تو خالقِ دو جہاں ہی کی قرار پائے گی۔ مگر اس خصوص میں بھی ہمارے رسولِ محترم، نبی مکرم آسمانِ نبوت کے نیرِ اعظم ذات و صفاتِ خداوندی کے مظہرِ اتم۔ محبوبِ ربِ دو جہاں قاسمِ علم و عرفان۔ ماحیِ ظلم و طغیان۔ راحتِ قلوبِ عاشقاں۔ سرورِ کشورِ رسالت۔ رونقِ منبرِ نبوت۔ چشمہ علم و حکمت، نازشِ مسندِ امامت۔ غنچۂ رازِ وحدت۔ جوہرِ فردِ عزت۔ ختمِ دورِ رسالت۔ شمعِ بزمِ ہدایت۔ مخزنِ اسرارِ ربانی مرکزِ انوارِ رحمانی مصورِ فیوض

یزدانی۔ قاسمِ برکاتِ صمدانی۔ سیدالمرسلین خاتم النبیین۔ رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین سیدِ عالم۔ نُورِ مجسم ہادیٔ سبل ختم الرسل۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت و شان کی کیفیت یہ ہے کہ

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال
اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

شیخ محقق سید المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ حدید کی یہ آیت حمدِ الٰہی بھی ہے اور نعتِ نبی بھی۔ جن صفاتِ خداوندی کا اس آیت میں ذکر ہے، حضور سرورِ کائنات ﷺ اس کے مظہر ہیں۔ یعنی بقول علامہ اقبال

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآن وہی ایمان، وہی یٰسین وہی طٰہٰ

۱) حضور سرورِ عالم ﷺ اوّل بایں معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کے نُورِ پاک کو پیدا فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُّوْرِیْ۔ (مدارج)

تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نُور کو پیدا فرمایا۔ میں اللہ کے نُور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نُور سے ہے۔

کائنات کا افتتاح حضور ہی کے نُورِ پاک سے ہوا۔ یہ نُور نہ ہوتا تو چمنِ دہر میں مہر و انجم کی ضیا نہ ہوتی۔ نہ بہاروں کی شمیمِ جانفزا، نہ کلیوں کا تبسم ہوتا نہ غنچوں کی چٹک، نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنم نہ گلِ خنداں کی بہارِ دلکشا...... مختصر یہ کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے نہ آپ اور نہ یہ خطۂ پاک۔

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی
جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجودِ کون و مکاں نہ ہوتا

حضور ہی کی ذاتِ اقدس نُورِ الٰہی' نُورِ اوّل' نورالانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے طیب وطاہر روشن ومنور نور ہیں۔

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔

بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور آیا[1]۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفارِ نورِ محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے' لیکن اللہ تعالیٰ اس نُور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نُور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی۔ لیکن چراغ محمدی ﷺ میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کرسکیں گی۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ. وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (سورۃ الصف آیت ۸)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نُور اپنے مونہوں سے بُجھا دیں اور اللہ تو اپنے نور کو پُورا کرنے والا ہے خواہ کافر بُرا ہی مانیں۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ نے جہاں کا افتتاح اور بشریت کی ابتداء اور سلسلہ نبوت ورسالت کا آغاز صبحِ ازل کے نُورِ یقین اور شامِ ابد کے ماہِ مبین خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء ہی کی ذاتِ ستودہ صفات سے فرمایا۔

یہ عالمِ ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا
جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصلِ دو جہاں نہ ہوتا

عظمتِ وجودِ سیدِ سرور کی معراج یہ ہے کہ آپ کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو اللہ

تعالیٰ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔ چنانچہ حضرت مجدد الفِ ثانی قیوم ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ الربانی نے مکتوبات میں حدیثِ قدسی درج کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول سے فرمایا:

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ۔ (مکتوبات ص۲۳۲ ج ۲)

کہ اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے۔

یعنی ۔

تیرے سر کے سوا سجتا بھی کہاں لولاک لما کا تاج بھلا
اے صلِ علیٰ یہ شان تری اے صاحبِ تخت و تاجِ نبی

رسولِ اوّل و آخر ہونا بھی حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعظم خصائص سے ہے اور آپ کے ان دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دُنیا میں جس قدر انبیاء و مرسلین از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام آئے وہ نبی و رسول ہی ہیں مگر کسی نے اوّل النبیین اور آخر النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انبیاء سابقین پر اجمالی طور پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہی تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن حضور پر ایمان لانے کیلئے آپ کو صرف رسول ماننا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی رسالت و نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس وصفِ خاص پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ رسولِ اوّل بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے۔

قَالَ تَبَارَكَ تَعَالٰى جَعَلْتُكَ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا۔ (برار وابونعیم، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۹۹۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ پیدائش کے لحاظ سے تم کو سب نبیوں سے پہلے اور بلحاظِ بعثت سب سے آخر بھیجا۔ نبوت کی ابتداء کرنے والا اور ختم کرنے والا تم ہی کو بنایا۔

آیہ مبارکہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ۔ (سورۃ احزاب آیت ۷) کی تفسیر میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ۔

(ابو نعیم وابن جریر، کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۳)

میں پیدائش کے اعتبار سے سب سے پہلے اور باعتبارِ بعثت سب سے آخری نبی ہوں۔

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ۔

(ابن سعد، کنز العمال ج ۶ ص ۱۰۶)

میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور سب انبیاء میں باعتبار بعثت پچھلا ہوں۔

پس اوّلاً بالذات سب سے پہلے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مگر چونکہ اس عالم کے لحاظ سے آپ کا ظہور آخر میں ہوا، اس لئے آپ آخر الانبیاء بھی قرار پائے۔ مگر اس معنیٰ سے نہیں کہ آپ کو نبوت سب سے آخر میں ملی، بلکہ اس معنیٰ سے کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ ورنہ منصب نبوت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عمر مبارک سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے، اور آپ ہر دور اور ہر حال میں نبوت ورسالت سے متصف رہے ہیں اور ہیں۔

چنانچہ شب معراج معنی اوّل وآخر کا ظہور ہوا۔ حضور امام ہوئے اور تمام انبیاء کرام از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام مقتدی۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہ ہی سر عیاں ہوں معنئ اوّل وآخری
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

الغرض سب سے پہلے خلعتِ وجود سے مشرف ہونے والے اور سب سے پہلے

وصفِ نبوت سے متصف ہونے والے یومِ میثاق سب سے پہلے بلیٰ کہنے والے قبر مبارک سے سب سے پہلے اُٹھنے والے جنت میں سب سے پہلے جانے والے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والے عرصاتِ محشر میں بحضورِ رب سب سے پہلے سجدہ فرمانے والے اور اُمت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ﷺ ہی ہیں۔ غرضیکہ ہر موقع پر اوّل ہونے کا سہرا بھی حضور سرورِ عالم ﷺ ہی کے سر پر ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اگرچہ وجودِ عنصری کے لحاظ سے بظاہر سب سے پہلے ہونے والے رسول حضرت آدم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے، لیکن اولاً بالذات باعتبارِ خلق واتصافِ نبوت اوّلیت کا سہرا ہمارے ہی طیب وطاہر مقدس رسول ﷺ کو حاصل ہے جس میں آپ کا کوئی سہیم وشریک نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اس وقت وصفِ نبوت سے متصف کر دیا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السلام میں نفخِ روح بھی نہ ہوا تھا۔ حدیثِ ترمذی میں فرمایا:

آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کُنْتُ نبیاً وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ۔

(ترمذی)

مجھے اس وقت نبوت مل گئی تھی جب کہ آدم روح وجسم کے درمیان تھے۔ میں اس وقت نبوت سے سرفراز ہو گیا تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

حدیث بالا کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ حضور علیہ السلام علمِ الٰہی میں نبی تھے۔ کیونکہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کیلئے ذات کا ہونا ضروری ہے اب اگر ذاتِ نبوی کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا تو وصفِ نبوت سے کیسے سرفراز کیا گیا۔

ثانیاً مقام مقامِ مدح بھی ہے اور علمِ الٰہی میں تو سب انبیاء ہی نبی تھے، پھر آپ

کی کیا تخصیص ہوئی اور آپ کی مدح کا پہلو کیا قرار پایا؟

ثالثاً حقیقت جب متعذر ہو یا کوئی قرینہ صارفہ ہو تو پھر مجازی معنیٰ لیتے ہیں اور یہاں حدیث کے حقیقی معنیٰ ترک کرنے کیلئے نہ کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی کوئی مانع۔

رابعاً نبی کریم علیہ السلام نے خود تصریح فرمائی ہے کہ کُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِی الْخَلْقِ میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش اوّل ہوں۔ اس لئے حدیث بالا کا حقیقی معنیٰ ہی لیا جانا اور ماننا ضروری ہے۔ لہٰذا حدیثِ بالا کا مفہوم صحیح یہ ہی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ اس وقت نبوت سے نواز دیئے گئے تھے۔ جبکہ آدم میں نفخ روح بھی نہ ہوا تھا یعنی خلعتِ نبوت حضور ﷺ کو اس وقت پہنایا جا چکا تھا جبکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام نے ابھی خلعت وجود بھی نہیں پہنا تھا۔ چنانچہ علامہ حافظ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ حدیث کُنْتُ نبیاً وَّ آدمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سے واضح ہوا کہ نبی علیہ السلام کو پیدائش آدم سے پہلے ہی نبوت و رسالت سے حقیقتاً سرفراز فرما دیا گیا تھا اور جیسے صفتِ وجود میں آپ سب سے مقدم ہیں ایسے ہی صفت نبوت میں بھی آپ سب سے مقدم و اوّل ہیں۔

۲) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا۔ آپ کی ذاتِ اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی۔ آپ کا دین اسلام بھی آخری دین ہے اور آپ پر نازل شدہ وحی (قرآن) بھی آخری ضابطہ حیات ہے۔ قیامت تک آپ کے ہی دین کو بقاء ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ (سورہ مائدہ آیت ۳)

آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔ اب نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ شریعت کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر آج جناب موسیٰ علیہ السلام بھی دنیا

میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی ...... مَا وَسِعَهُ اِلَّا اَنْ یَتَّبِعَنِیْ۔

شبِ معراج جب حریم حق میں آپ کی رسائی ہوئی اور مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں آپ کی باریابی ہوئی تو اللہ عزوجل نے بکمال لطف و کرم فرمایا۔

حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَارَبِّ قَالَ هَلْ غَمُّكَ اِنْ جَعَلْتُكَ آخِرَ النَّبِیِّیْنَ قُلْتُ لَا یَارَبِّ قَالَ حَبِیْبِیْ هَلْ غَمَّ اُمَّتُكَ اِنْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْاُمَمِ قُلْتُ لَا یَارَبِّ قَالَ بَلِّغْ عَنِّیْ السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اِنِّیْ جَعَلْتُهُمْ آخِرَ الْاُمَمِ. (کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۲)

اے میرے حبیب! میں نے عرض کی حاضر ہوں اے رب! ارشاد ہوا اگر ہم تمہیں آخری نبی بنا دیں تو تم ناخوش تو نہ ہو گے۔ میں نے عرض کی اے میرے رب نہیں۔ فرمایا اگر تمہاری اُمت کو آخری اُمت بنا دیں تو وہ ناخوش تو نہ ہو گی۔ میں نے عرض کیا نہیں اے پروردگار۔ فرمایا کہ اچھا تم اپنی اُمت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ میں نے انہیں آخری اُمت بنا دیا ہے۔

پیچھے آنا ہے ترا ختم نبوت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

سورہ احزاب میں فرمایا:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ (سورہ احزاب آیت ۴)

محمد ﷺ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنی آخری رسول کے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں عاقب ہوں۔ اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے

بَیْنَ کَتَفَی اٰدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔

(خصائص کبریٰ ج ا ص ۷)

دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا محمد رسول اللہ خاتم النبیین ۔

ذَھَبَتِ النُّبُوَّۃُ وَبَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا نَبِیَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ۔ (ابویعلیٰ ۔ ابن خزیمہ)

نبوت تو ختم ہوئی البتہ مبشرات باقی ہیں۔ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہوگئیں اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا' نہ رسول۔

حدیثِ مسلم میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جیسے حضور آخری رسول ہیں۔ حضور کے بعد کوئی رسول نہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام کی تعمیر کردہ مساجد میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے۔ چنانچہ دیلمی و بزاز کی حدیث سے اس امر کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ۔

میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں آخری مسجد ہے۔

اس لئے انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں مسجد نبوی خاتم المساجد ہے۔

کتاب وسنت کی ان تصریحات جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور قصرِ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ قصرِ نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہوگیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ عالم کی ابتداء میں انبیاء کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی' اس کی انتہاء پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ کا بھی اعلان کردیا جائے لہٰذا نعمتوں کا اتمام دین کا اکمال اور

نبوت ورسالت کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے جب وہ کسی چیز کو ختم فرماتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے، ناقص نہیں ختم کرتا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی ہے، اس لئے یہ منصب ہی ختم کر دیا گیا۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا نہ نبی نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور ظلی و بروزی کی لایعنی اصطلاح کا تو دین میں تصور ہی نہیں ہے۔ غرضیکہ نبوت کا ختم ہونا۔ خدائی نعمت کا اتمام اور دین کا انتہائی عروج وارتقاء ہے جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی عظیم وجلیل نعمت ہے۔

اگر علم ازلی میں کچھ اور افراد کیلئے نبوت مقرر ہوتی تو حضور ﷺ کی تشریف آوری کا زمانہ اور مؤخر ہو جاتا۔ لیکن چونکہ آپ سلسلہ انبیاء میں آخری رسول ہیں۔ اس لئے آپ کی آمد ہی اس وقت ہوئی۔ جبکہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا۔ اس کا ایک ایک فرد آچکا۔ اب اگر آپ کے بعد بھی کسی کیلئے نبوت سے سرفرازی مان لی جائے، تو پھر آپ کو آخری نبی کہنا ایسا ہی ہوگا۔ جیسے درمیانی اولاد کو آخری اولاد کہنا اس لئے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنا آیت خاتم النبیین کا انکار اور کفر جلی ہے...... کتاب وسنت سے یہ امر بھی واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نے بھی خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر نازل شدہ کتاب اور صحیفوں میں ان انبیاء کو آخری رسول یا آخری نبی قرار دیا۔ بلکہ انبیاء سابقین کی سنت تو یہ رہی کہ وہ اپنے بعد دیگر انبیاء کرام خصوصاً حضور سرورِ عالم ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے اور آپ کے فضائل ومناقب اور خصائص اور آپ کے مرتبہ کی عظمت ورفعت کا ذکر کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے حضور کی بعثت کی دعا فرمائی اور حضرت مسیح کلمۃ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرائض نبوت کا تو ایک فرض ہی یہ قرار پایا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میں رسول محترم ومکرم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دینے آیا ہوں۔ جن کا نامِ نامی اسمِ

گرامی احمد ﷺ ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہوید
دعاءِ خلیل و نوید مسیحا

انبیاء سابقین کا اپنے بعد خصوصاً حضور سرورِ عالم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء سابقین میں کوئی بھی حضور کے سوا خاتم النبیین نہ تھا۔ ان انبیاء میں اگر کوئی خاتم النبیین ہوتا تو شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام حضور کی بعثت کی دعا اور آخری مژدہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ اپنے بعد حضور ﷺ کی آمد کی بشارت کبھی نہ دیتے۔ غرضیکہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی ہی اس وقت جبکہ جس قدر انبیاء کرام مقدر تھے۔ ان کا ایک ایک فرد آ چکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین کے منصب پر فائز کر کے سلسلہ نبوت ہی کو ختم فرما دیا اور حضور ﷺ ہی کی شریعت کو آخری شریعت قرار دے دیا۔ لہٰذا اب قیامت تک فلاح و فوز کا ذریعہ اور وسیلہ صرف اور صرف ہمارے ہی مقدس رسول حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین بھی بنایا۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول خاتم بذاتِ خود تمام جہانوں کیلئے رحمت و برکت ہیں۔ اس لئے ختم نبوت سے رحمتِ الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ نبی رحمت کے ذریعہ نزولِ رحمتِ باری کو حیاتِ سرمدی ملی ہے۔ اس لئے اب قیامت تک رحمتِ باری و انوار و برکاتِ صمدی کا نزول ہوتا رہے گا۔ توحید کی شمع جلتی رہے گی، ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے، انوار کی بارش ہوتی رہے گی۔ ایقان کا دریا بہتا رہے گا۔ حق و صداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے۔ رشد و ہدایت کے تارے دمکتے رہیں گے۔ فکر کی تطہیر، دماغ کی تنویر۔ نفس کا تزکیہ اور روح کی آسودگی کے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔ خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کے صدقہ اور طفیل بنی نوع انسان قیامت تک

فیوض و برکاتِ الٰہیہ سے مستفید و مستنیر ہوتی رہے گی۔

الغرض ہمارے آقا و مولا آئے‘ نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب آئے وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں جس میں دھواں نہیں‘ رسالت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں‘ ان کی تابشِ خاکِ پا غازہ روئے قدسیاں ہے اور ان کی صُورت حق نما آئینہ جمالِ کبریا ہے۔ وہ آئے اور تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی آپ پر ختم ہوئی اور نبوت بھی۔ معرفت بھی آپ پر ختم ہوئی اور حکمت بھی۔

حضور ﷺ آئے تو مخلوقِ الٰہی کو حیاتِ سرمدی ملی۔ قلب و نگاہ کی تطہیر ہوئی۔ عظمتِ انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومتِ الٰہیہ کی تشکیل ہوئی۔

آئے جو یہاں حبیبِ رحمٰن پیچھے یعنی شہِ مُرسلانِ ذیشاں پیچھے
کیا منکروں کو اس میں جائے حجت؟ فوج آگے رہا کرتی ہے سُلطان پیچھے

(۳) حضور سیّد عالم ﷺ کی ذاتِ اقدس ظاہر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسا فرمایا کہ قرآن نے وضاحت کی کہ حضور ﷺ کی دُنیا میں تشریف آوری سے قبل اہلِ کتاب حضور ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دُعا کیا کرتے تھے اور کفارِ مکہ کی تو کیفیت یہ تھی۔

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۶)

اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

وجودِ محمدی ﷺ کے ظہور کا یہ عالم تھا کہ چاند اشارے سے دو ٹکڑے ہوا۔ ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ درختوں‘ جانوروں اور پتھروں نے آپ کو سجدہ کیا اور بزبانِ فصیح آپ کا کلمہ پڑھا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ۔ (مسلم)

میں مکہ کے اُس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل بھی مجھے سلام کہتا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس مضمون کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر، حوروں کی پیشانیوں پر، جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ مسطور ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہیں تو عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں۔

غرضیکہ خطبات میں کلمہ میں، اذان و اقامت میں، عبادات میں، تمام اعمالِ خیر میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور ہے۔ علامہ اقبال عرض کرتے ہیں۔

در دلِ مُسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ است

۴) حضور ﷺ باطن بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فکرِ انسانی حضور ﷺ کے مرتبہ و مقام اور آپ کے فضل و کمال کے اظہار و بیان سے عاجز ہے۔ قرآن نے جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو قلیل قرار دیا ہے، لیکن حضور کے خلقِ جمیل کو اور آپ کی ذات پر اللہ کے فضل و کرم کو عظیم بتایا ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ (سورۃ قلم آیت ۴)

بیشک آپ خلق عظیم والے ہیں۔

وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا۔ (سورۃ نساء آیت ۱۱۳)

جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پیشگاہ الٰہی سے حضور ﷺ کو وہ فضل و کمال اور مرتبہ و مقام عطا ہوا ہے جو انسان کی سرحدِ عقل سے ماوراء ہے۔ خود ان کا رب کریم انہیں مخاطب بنا کر فرماتا ہے کہ میں نے آدم علیہ السلام کو صفی کے مرتبہ پر فائز فرمایا تو آپ کو خاتم النبیین ﷺ کا اعزاز بخشا اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزت و کرامت والی ہو۔

مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمَ مِنْکَ عَلَیَّ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۳)

رسلِ ملائکہ کے سرخیل اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بحضور نبوی ﷺ عرض کرتے ہیں۔

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو کھنگال ڈالا۔ مگر حضور اکرم ﷺ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

اسی لئے غالب کو عرض کرنا پڑا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم　　کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اور حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔

کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست　　عبدہٗ جز سرِّ الا اللہ نیست
عبدہٗ از فہم تو بالاتر است　　زآنکہ او ہم آدم و ہم جوہر است

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ اقبال کے یہ اشعار محض شاعرانہ تخیل پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہیں۔ جیسے خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کا ایک خصوصی وصف ہے ایسے ہی صفتِ انبیاء میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی ایک مقام ہے۔ یعنی آپ صرف معنی ترکیبی کے لحاظ سے عبداللہ نہیں ہیں بلکہ انبیاء میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی خاتم النبیین ہونے کی طرح ہے۔ بموجب حدیث مشکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں۔ جو اگرچہ سب کے سب عبدِ الٰہی ہیں مگر قرآن مجید میں بطور لقب صرف حضور ہی کی ذاتِ اقدس پر لفظِ عبداللہ کا اطلاق ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ **فَلَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ** اور حضور کا ارشاد ہے۔ **اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ** میں عبداللہ ہوں اور خاتم النبیین۔ اس لئے آپ کے عبداللہ ہونے کی عظمت کا ادراک بھی فکرِ انسانی سے بالاتر ہے اور لفظِ عبداللہ کی عظمت و رفعت کا

اندازہ شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکاشفہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ مجھ پر مقامِ عبدیت سُوئی کے ناکے کے برابر منکشف ہوا تو اس کی تاب نہ لاسکا قریب تھا کہ جل جاتا۔

۵) بارگاہِ الٰہی سے حضور سرورِ کائنات ﷺ کو علم و معرفت کی دولت بھی عطا ہوئی ہے اس لئے آپ علیم بھی ہیں۔ علومِ اوّلین و آخرین سے آگاہ اور ذات و صفاتِ الٰہی کے سب سے زیادہ عارف سورۂ نساء میں حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ۔ (سورہ نساء آیت ۱۱۳)

اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

تو حضور ﷺ تلمیذِ رب العلمین ہیں۔ شاگرد اُستاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ استاد کامل ہو تو شاگرد میں استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

حضور فرماتے ہیں۔

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ۔

مجھے میرے رب نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔

وَاَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔

مجھے میرے رب نے آداب سکھائے اور بہترین آداب سکھائے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے اعزازِ علمی کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ فرما کر آپ کو بے مانگے شرحِ صدر کی دولت عطا فرمائی اور اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ فرما کر کتاب و حکمت سے آپ کے سینۂ اقدس کو ممتاز و مشرف فرمایا۔ آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا گیا اور قلب مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر

ثُمَّ مُلِیَٔ اِیۡمَانًا وَّحِکۡمَۃً ثُمَّ اُعِیۡدَ مَکَانَہ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۳)

ایمان وحکمت سے بھر کر سینۂ اقدس میں رکھ دیا گیا۔

یہ شقِ صدر بھی عجیب اندازِ دلنواز سے ہوا، نہ کوئی نشتر استعمال ہوا اور نہ تکلیف ہوئی اور نہ خُون نکلا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سینۂ مبارک میں شگاف کے سیئے ہوئے نشان دیکھے۔ کُنۡتُ اَرٰی اَثَرَ الۡمَخِیۡطِ فِیۡ صَدۡرِہٖ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۴)

شرحِ صدر کی اسی کیفیت کو حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ نے یُوں بیان فرمایا کہ میں نے اپنے ربِ کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا۔ پھر اللہ نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینے کے درمیان رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی۔

فَعَلِمۡتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

تو میں نے اشیاءِ زمین وآسمان کو جان لیا۔

الغرض یہ شان وعظمت ہے طیب وطاہر سید ورہبر رسول ﷺ کی کہ آپ رسولِ اوّل بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ آپ کی رسالت عالمگیر اور آپ کی نبوت جہانگیر ہے اور اب آپ کی اطاعت واتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے اور پاکستان کی حفظ و بقاء اور استحکام حضور ﷺ ہی کے لائے ہوئے ضابطہ حیات دینِ اسلام کو دل وجان سے قبول کرنے اور عملی طور پر اُسے نافذ وجاری کرنے میں ہے۔

❀……❀……❀

خیر البشر خیر الوریٰ ﷺ

۱) چمن دھر میں وہ رات بہت ہی مقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن مجید کا نزول ہوا۔ ہزار ماہ کی عبادت وریاضت اس ایک رات میں ہونے والی عبادتوں اور ریاضتوں سے سبقت لے گئی، صدیاں گذر گئیں، مگر اس رات کی برکتوں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ ہر سال جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اپنے دامن میں وہی سعادتیں اور برکتیں بھر کر لاتی ہے جو اسے صدیوں پہلے وحی الٰہی کے نزول کے سبب مرحمت ہوئی تھیں۔ جب نزولِ قرآن کی رات کا یہ عالم ہے تو وہ صبحِ سعادت کیسی عظمتوں برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہوگی۔ جس میں نیر برج ہدیٰ مہبط وحی خدا ختمِ خیلِ انبیاء سرچشمۂ حسن وضیاء، محبوبِ ذاتِ کبریا، خیر البشر وخیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے صحنِ عالم میں جلوہ گری فرمائی۔ وہ ساعت ہمایوں جو دیوانِ قضا میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کی آمد کیلئے مقرر ہوئی۔ بلاشبہ بیشمار سعادتوں اور برکتوں کی گنجینہ ہے۔ جب وہ صبحِ بہار آتی ہے۔ جس میں جانِ کائنات اس دنیائے آب وگل میں رونق افروز ہوئے تو رحمتِ الٰہی اور عنایتِ ربانی کے صدا بہار پھولوں کی بارش شروع ہوجاتی ہے۔

۲) اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کو بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے اس کی ہر نعمت اس کے لطف وکرم کی آئینہ دار ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا

کردہ نعمتوں کا ذکر کرنے اور ان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مژدہ بھی سنایا ہے کہ ذکرِ نعمت اور شکرِ نعمت مزید نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔

اُذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ۔

اے ایمان والو اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو اگر تم شکر کرو گے تو ہم اپنی مہربانیوں میں اضافہ کریں گے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے افضل و اکرم نعمت حضور نبی کریم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے اس نعمت بیکراں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے عطیہ پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتایا ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

بیشک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا۔ جبکہ انہیں ان ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو انہیں آیاتِ الٰہی سناتا ہے۔ انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضور ﷺ ہی کی ذاتِ اقدس ہے جب عام نعمتوں کا ذکر اور ان پر شکر بجا لانا لازم ہے تو یقیناً اس ہستی مقدس کا ذکر بھی قومِ مسلم پر واجب ہے جو نہ صرف تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اب جس قدر نعمتیں حاصل ہوں گی۔ خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی، دینی ہوں یا دنیوی، فانی ہوں یا باقی، آنی ہوں یا جاودانی سب حضور ﷺ ہی کی برکت اور تصدق سے حاصل ہوں گی۔

۳) یہ بدیہی بات ہے کہ توحید کا ادراک وحدانیت کا عرفان احکامِ الٰہیہ کی تعلیم

عبادات و معاملات کی تفہیم اور نظامِ الٰہی کی تبیین حضور ﷺ ہی کی ذاتِ والا صفات کی مرہونِ منت ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس وہ نعمتِ عظمٰی ہے جو خود رحمتِ مجسم اور محبوبِ خدا ﷺ ہے اور جس کے فیوض و برکات کا نظارہ کر کے حکیمِ امت ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کو کہنا پڑا۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

۴) یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ذکرِ الٰہی اور اطاعتِ الٰہی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح ذکرِ رسول اور اتباعِ رسول بھی جدا جدا حقیقتیں ہیں اور کتاب و سنت میں دونوں کے احکام بھی الگ الگ بیان ہوئے ذکرِ الٰہی وجہِ منفعتِ دین و دنیا اور باعثِ تسکینِ قلب ہے تو اس ہستی مقدس کا ذکرِ جمیل بھی روحانی و مادی نعمتوں کے حصول کا مرکز ہے۔ جس کی ذاتِ ستودہ صفات پر خود خالقِ کائنات درود و سلام بھیجتا ہے اور جو وجہِ تکوینِ کائنات اور سرچشمہ حسنات و برکات ہے۔ جس کی صورت حق نما آئینہ جمالِ حق ہے اور جس کی تابشِ خاکِ پا غازۂ روئے قدسیاں ہے...... جس کی نبوت عالمگیر ہے اور جس کی رسالت جہانگیر ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى جس کی شان ہے اور حریمِ کبریا جس کا مکان ہے۔ عرشِ بریں جس کا ایوان ہے اور جبرائیل امین جس کا دربان ہے جس کی اطاعت اطاعتِ یزداں ہے اور جس کا فعل فعلِ سبحان ہے۔ جس کی بیعت بیعتِ رحمان ہے اور جس کا اسوۂ تفسیرِ قرآن ہے۔ جس سے محبت روحِ ایمان ہے اور جس سے عقیدت ایمان کی جان ہے۔

۵) حضور سرورِ عالم ﷺ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا اعزاز عطا فرما کر دنیا و آخرت میں آپ کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔ صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ خطبات میں کلمہ میں اذان و اقامت میں ذکرِ خدا

کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِی۔ (خصائص کبریٰ سیوطی)

اور اے رسول جب میرا ذکر ہوگا تو تیرا بھی ذکر ہوگا۔

ابتدائی دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شمشیر بکف حضور ﷺ کی حفاظت کیلئے پہرا دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حسبِ دستور پہرے میں تھے کہ سورہ مائدہ کی آیت وَاللہ یعصمك من الناس نازل ہوئی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنْصَرِفُوْا قَدْ عَصَمَنِی اللّٰہُ۔ (ترمذی)

لوگو واپس ہو جاؤ میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

اگرچہ آیت کا شانِ نزول خاص ہے۔ مگر اس کا عموم واطلاق یہ بتاتا ہے کہ جب جسمِ نبوی حفاظتِ خداوندی میں آ گیا۔ تو ذات کے ساتھ صفات نبوی بھی اللہ کی حفاظت میں آ گئے۔ پس جیسے قرآن حفاظتِ خداوندی میں آ کر تحریف وتبدیل اور باطل کی آمیزش سے محفوظ ومصئون ہے اور ایک ابدی ضابطۂ حیات ہے تو ایسے ہی حضور ﷺ کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پا کر ہر عیب ونقص سے پاک طیب وطاہر اور معصوم ہے۔ دین کا مرکز اور شریعتِ اسلامیہ کا ابدی منبع ہے اور حفاظتِ خداوندی میں آ کر آپ کے قول وعمل اور سیرت وکردار کا باطل کی آمیزش سے پاک رہنا ضروری ولازمی ہے۔ آیت لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ میں حضور ﷺ کے اسوۂ مبارکہ کو زندگی کا لائحہ عمل بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت پر اسی صورت میں عمل ممکن ہے۔ جبکہ آپ کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ قیامت تک محفوظ شکل میں موجود رہے۔

۶) حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات اقدس کا احترام واکرام اور آپ سے محبت وعقیدت سب فرائض سے اہم فرض ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے قومِ مسلم کو

حضور اکرم ﷺ سے محبت رکھنے کا مکلف بنایا ہے۔ آپ سے محبت دین حق کی شرط اوّل ہے۔ اس میں اگر خامی ہو تو سب کچھ نامکمل ہے۔ یہ محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے اور دنیا جہاں کی محبتوں پر آپ کی محبت کو غالب کر دینے کا نام اسلام ہے۔

آپ کا ارشاد ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

تم کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ اسے پیارا نہ ہو جاؤں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں نفسہ کے لفظ آئے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنی جان سے بھی زیادہ حضور ﷺ کو محبوب رکھے۔

عبادتِ الٰہی کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ جن و انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہی ہے۔ لیکن سورہ فتح کی آیت وَتُعَزِّرُوْهُ، وَتُوَقِّرُوْهُ، وَتُسَبِّحُوْهُ، بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا میں رسولِ کریم کی تعظیم و توقیر کو عبادت سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔ تیسرے درجہ پر عبادتِ خداوندی کا ذکر ہے۔ ایمان اور عبادت کے درمیان تعظیم رسول کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تعظیم رسول کے بغیر عبادت کار آمد نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ سے محبت و عقیدت کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے اور نہ کوئی نیک عمل باعث اجر و ثواب ہے۔ حضور سیّد عالم ﷺ سے محبت کا معیار آپ کا اتباع اور آپ کی پیروی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ۔

اے رسول محترم ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبتِ رسول کی علامت اتباعِ رسول ہے جو گروہ سنتِ رسول کا متبع ہو گا۔ وہی صحیح معنوں میں اللہ کا محبوب ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا محض اتباعِ رسول معیارِ محبت ہے یا اس میں کوئی قید اور بھی ہے اگر مطلقاً اتباعِ رسول کو معیار قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق جو حضور ﷺ کا بظاہر اتباع کرتے تھے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے۔ کیونکہ کتاب و سنت سے یہ واضح و ثابت ہے کہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے۔ نمازیں ادا کرتے' زکوٰۃ دیتے اور جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ بخاری شریف کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی۔ مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ سچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے تو اگر محض اتباعِ رسول کو معیارِ حب خدا اور رسول مانا جائے تو منافقین باوجود بے دین ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اس اِشکال کی توضیح یہ ہے کہ بیشک اللہ کا محبوب بننے کے لئے اتباع و اطاعتِ رسول ہی معیار ہے۔ مگر محض اتباع نہیں۔ وہ اتباع جو متبوع و مطاع کی عظمت و محبت سے خالی ہو۔ وہ اتباع نہیں۔ صرف نقالی ہے۔ منافقین کی یہ ہی کیفیت تھی کہ وہ بظاہر حضور ﷺ کا اتباع کرتے تھے۔ مگر ان کے دل عظمت و محبتِ رسول ﷺ سے خالی تھے۔ اس لئے وہ لاکھ اتباع کریں۔ اللہ کے محبوب نہیں بن سکتے اور فَاتَّبِعُوْنِیْ میں جو اتباع مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی عظمت اور آپ کی محبت کے نشہ میں مخمور و سرشار ہو کر آپ کا اتباع کیا جائے اور بتقاضائے عقیدت و ارادت آپ کی اطاعت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔ الغرض مومن کامل بننے اور اللہ کا محبوب

ہونے اور اسلامی نظام کے برکات وحسنات سے مستفید ہونے کی بنیادی شرط حضور علیہ السلام سے عقیدت ومحبت اور آپ کی محبت میں سرشار ومخمور ہو کر آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔

۸) حضور سرورِ کائنات ﷺ کے منصب رسالت کو سمجھنے کیلئے یہ بنیادی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آپ محض ایک قاصد پیام بر۔ ایلچی۔ یا دنیاوی حاکموں کی طرح ایک حاکم اور بادشاہ ہرگز نہ تھے۔ آپ کے منصب کی یہ کیفیت بھی نہ تھی کہ کسی مجلسِ مشاورت نے آپ کو اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب کرلیا تھا یا آپ ازخود ذاتی حیثیت میں اس منصب پر فائز ہوگئے تھے۔ بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم نائب اکبر اور اس کی ذات وصفات کے مظہرِ اتم اور مامور من اللہ تھے اور ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہبی ہے ایسے ہی آپ کے مناصب بھی عطیہ خداوندی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں آپ کے منصب جلیل کا بیان ہے۔ اس امر کی تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام مستقل طور پر مطاع۔ آمر۔ اور ناہی ہیں۔ آپ کی اطاعت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ آپ کی اطاعت ہی اطاعتِ خدا ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهِ۔

جس نے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ نساء ہی میں یہ تصریح بھی ہے کہ تمام دینی ودنیوی معاملات میں آپ کی حاکمیت کو دل وجان قبول کرنا مومن ہونے کیلئے لازمی شرط ہے۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کی حاکمیتِ مطلقہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مومن نہیں ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(سورہ نساء آیت ۶۵

اے رسول تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلوں کو تسلیم کریں۔

مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔

یہ رسول جو کچھ حکم دیں اسے لے لو جس سے منع کریں۔ اس سے رُک جاؤ

......سورہ اعراف میں فرمایا:

یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کیلئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

سورہ اعراف اور سورہ حشر کی آیات میں امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو حضور علیہ السلام کا فعل قرار دے کر آپ کے تشریعی اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں قرآن کے امر و نہی اور تحلیل و تحریم ذکر نہیں ہے۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحریم و تحلیل صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے یا جس سے منع فرمایا ہے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔

چنانچہ سورہ حشر میں فرمایا:

اسی طرح سورہ نحل میں آپ کے شارح کتاب اللہ ہونے کے منصب کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔ (سورہ نحل ۴۴)

اور اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے تمہاری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ

لوگوں پر واضح کر دو اس تعلیم کو جو ان کی طرف کی گئی ہے۔

سورہ جمعہ میں حضور ﷺ کے اس منصب کا بیان ہے کہ آپ کا فرض صرف آیاتِ قرآنیہ کو سنا دینا ہی نہیں بلکہ نفوسِ انسانی کا تزکیہ اور قرآن وحکمت کی تعلیم دینا بھی ہے۔ الغرض مذکورہ بالا آیات سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح وثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ قرآن کے حقیقی مفسر اور وحی الٰہی کے آخری شارح ہیں۔ آپ مرضی الٰہی کے ترجمان ہیں اور حق و باطل کا معیار ہیں دین کا مرکز اور شریعت کا محور ہیں۔ جسے آپ کی طرف سے سندِ قبولیت عطا ہوئی وہ معروف ہے اور جسے آپ نے رد فرما دیا وہ منکر ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس قیامت تک کیلئے روشنی کا مینار ہے۔

جب تک یہ بزمِ آب وگل باقی ہے افضل الرسل خاتم الانبیاء سرورِ کونین رحمۃ العلمین کی سیرت مقدسہ بنی نوع انسان کیلئے نسخہ کیمیاء اور شفاءِ کامل ہے۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور حجتِ بالغہ قرآن کے بعد صرف صاحب قرآن ہی کا اسوۂ حسنہ ہے۔ موجودہ عہدِ زوال میں ہماری صفوں میں اتحاد واتفاق اور قومی یکجہتی پیدا ہو سکتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کریں ہمارے دلوں کی دنیا عشقِ رسول ﷺ سے منور وتاباں ہو۔ ہماری شوکت وعظمت کا راز بلاشبہ اسوۂ رسول ﷺ کے اتباع میں ہے اور ہماری قومی یکجہتی کی سب سے مضبوط بنا عشقِ رسول ﷺ ہی ہے۔

* * *

ثنائے سرکار ﷺ ہے وظیفہ

حضور سے محبت

حضور نُورِ مجسم سیدِ عالم ﷺ سے محبت وعقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ جانے۔

نیز فرمایا جن میں یہ تین خُوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اوّل یہ کہ اللہ ورسول کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کیلئے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر وشرک کو اتنا بُرا جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو بُرا جانتا ہے۔ (بخاری)

مسلم شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ ایک شخص بحضور نبوی ﷺ حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ عرض کی:

یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا کَثِیْرَ صَلٰوةٍ وَّلَا صَدَقَةٍ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ (مسلم)

یارسول اللہ ﷺ میں نے اس کیلئے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ وغیرہ زیادہ کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت کی ہے۔

منزل ملی مُراد ملی مُدعا ملا
مِل جائیں گر حضور تو سمجھو خُدا ملا

نُوری شمعیں

امام ابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام سے حضور ﷺ کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت حسن علیہ السلام حضور ﷺ کی خدمت میں تھے۔ رات ہوگئی، تاریکی چھا گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ حسن جاؤ اپنی والدہ کے پاس، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی، سرکار انہیں میں پہنچا آؤں۔ فرمایا نہیں۔

فَجَاءَتْ بَرْقَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَشٰی فِیْ ضَوْئِهَا حَتّٰی بَلَغَ اِلٰی اُمِّهٖ۔

(خصائص کبریٰ ص ۸ ج ۱)

سبحان اللہ! دُنیا کے بادشاہ بجلی کے بلب جلا کر روشنی کرتے ہیں اور وہ بجلی کے محتاج ہیں مگر حضور سیّد المرسلین ﷺ کی نرالی شان ہے۔ یہاں ان مادی شمعوں کی ضرورت ہے نہ کسی برقی قوت کی، یہاں تو قدرت انتظام کرتی ہے اور آپ کے فرزندوں کیلئے قدرتی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں۔

صحابہ کی لاٹھیاں

امام ابونعیم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں

جب صحابہ کرام مسجدِ نبوی سے اپنے گھروں کو جاتے تو صحابہ کرام کی لاٹھیاں شمع بن جایا کرتی تھیں اور ان کی روشنی میں صحابہ تاریک راستوں کو طے کرتے تھے۔ ایک صحابی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

كَانَتْ لَيْلَةٌ مَطِيْرَةٌ فَلَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَقَتْ بَرْقَةٌ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۷۷ ملخص)

اندھیری رات میں جب حضور ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تو آسمان سے چمک پیدا ہوتی اور اس کی روشنی میں راستہ صاف نظر آنے لگتا۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا جسم منور اور آپ کا چہرۂ اقدس اس قدر روشن تھا کہ جیسے جہانگیر تاریکی میں آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ آپ کے جسم شریف کی چمک دمک سے دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔ آپ کے تبسم کے وقت دندانِ مبارک سے وہ نُور چھنتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی تلاش کر لیتی تھیں۔ خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۷۹)

إِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَؤُا الْجُدُرُ۔ (حوالہ مذکور)

گویا آفتاب چہرۂ اقدس میں رواں ہے۔ جب آپ ﷺ تبسم فرماتے تو دندانِ مبارک کے نُور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔

اس لئے ان شمعوں کا روشن ہونا اور آسمان سے چمک کا پیدا ہونا صرف اعزاز واکرامِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کیلئے تھا۔

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نُور کے
ان ستاروں کی نزہت میں لاکھوں سلام

جنت کا چشمہ

جب مہاجرینِ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے' یہاں پانی کا شور تھا' مہاجرین کو پسند نہ آیا۔ بنی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کنویں کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے۔ حضور مالکِ جنت محبوبِ رب العزت جل مجدہٗ نے اس شخص سے فرمایا:

بِعْنِیْهَا بِعَیْنٍ فِی الْجَنَّةِ۔

یہ چشمہ میرے ہاتھ چشمہ جنت کے عوض بیچ ڈال۔

انہوں نے عرض کی حضور میری معاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آمدنی سے پرورش پاتے ہیں۔ مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی' آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا اور اس کو ۳۵ ہزار روپے میں خرید لیا۔ پھر خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور ﷺ اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دوں تو کیا سرکار مجھے بھی اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے بیر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا ہے۔ (طبرانی)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جنت کے چشمہ کے عوض بیر رومہ کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ جو چیز آپ کی ملکیت نہیں اس کو آپ کیونکر بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیئے ہیں۔ اسی لئے اہلسنّت حضور کو مالکِ جنت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اسی حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا۔

تعجب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ
بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

مالکِ جنت کون؟

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث اس باب میں مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اِشْتَرىٰ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُوْمَةَ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ۔ (رواہ الحاکم وابن عدی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ بیر رومہ کے دن اور جیشِ عشرہ کے دن۔

واضح ہو کہ جنت وہی بیچ سکتا ہے جو جنت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرف کرنے کی اجازت بھی ہو۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ مالکِ جنت ہیں۔ چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا۔ (ابونعیم)

طلحہ کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ پر ہے۔

بتائیے! جنت کا ذمہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو؟ اسی حدیث سے سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کے معترف تھے۔ جب ان سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

ذالک امرءٌ يُدْعىٰ فِي الْمَلَاءِ الْاَعْلىٰ ذُو النُّوْرَيْنِ كَانَ خَتَنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ بِنْتَيْهِ ضَمِنَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

(ابونعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزمِ اعلیٰ میں ذوالنورین پکارے جاتے ہیں۔ حضور (ﷺ)

کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کیلئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

یہ بیان سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھئے جو عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جیسی مکرم و معظم شخصیت کی شانِ اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور محبانِ علی رضی اللہ عنہ ہوتے ہوئے بھی علی رضی اللہ عنہ کی بات نہیں مانتے۔

شرحِ صدر

وہ موسیٰ کلیم اللہ تھے جنہوں نے جنابِ باری میں شرحِ صدر کی دُعا کی تھی اور ان کے مانگنے پر انہیں یہ دولت ملی تھی اور یہ حضور ﷺ ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں اور سب کے مطلوب ہیں۔ ان کا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ بن مانگے فرمایا جاتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔

محبوب ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے نہیں کھول دیا۔

یہ شرحِ صدر ہی کا نتیجہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا سینہ علم و معرفت کا سمندر علومِ اوّلین و آخرین کا خزانہ صمدی انوار و تجلیات کا مخزن اور معارفِ رحمانیہ کا چشمہ بن گیا۔

شرحِ صدر کی اسی کیفیت کو خود حضور ﷺ نے یوں بیان فرمایا۔

''میں نے اپنے ربِ کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا پھر اس نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینہ کے درمیان رکھا۔ اس کی اُنگلیوں کی ٹھنڈک (اثر) کو میرے قلب نے محسوس کیا۔ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور میں نے اشیائے زمین و آسمان کو جان لیا''۔ (مشکوٰۃ شریف باب المساجد)

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

……

حضور علیہ السلام کے علم کی وسعت

قرآن مجید کی آیت اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ، عِلمُ السَّاعَۃِ الخ سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ اُمورِ خمسہ (جس میں قیامت بھی داخل ہے) کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا:

تو اس کے متعلق عرض ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا علمِ حقیقی خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) قیامت کے وقت (۲) بارش کب ہوگی (۳) پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی (۴) کل یہ کیا کرے گا (۵) اور کس زمین میں مرے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دیانتداری کے ساتھ دلائل شرعیہ پر نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

۱) یہ پانچ غیب کی باتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کسی کو بتانے پر قادر نہیں ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ امورِ غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہوگا جو یقیناً کفر ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ان اُمورِ غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر قادر ہے۔

۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے اور بتا دینے سے بھی کوئی ان غیب کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتا تو ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا علم عطا فرما دیا تو وہ

شخص اس چیز کا عالم ہو گیا۔ عالم کو جاہل کہنا بھی درست نہیں۔

۳) یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو یہ بھی غلط ہے اور ایسا کہنا قرآن و حدیث کی متعدد نصوص کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیب پر اپنے برگزیدہ رسولوں کو مطلع کرتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اب ہم ان احادیث کو بھی پیش کر دیں جن سے یہ واضح ہو گا کہ حضور علیہ السلام کو ''اُمورِ خمسہ'' کا علم بھی عطا ہوا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے تا قیامِ قیامت کی خبر دے دی۔ حتیٰ کہ اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں پہنچ گئے یعنی از روزِ اوّل تا قیامِ قیامت ایک ایک ذرہ کی خبر حضور علیہ السلام نے دے دی۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱) فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

ہم کو حضور علیہ السلام نے تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے تمام ہونے والے واقعات بیان فرما دیے تو اب کیسے ممکن ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کونسا واقعہ کس کے بعد ہو گا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتدا تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔

۲) ترمذی باب الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فتنہ

یاجوج ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ عالمگیر مینہہ بھیجے گا۔

مشکوٰۃ باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى اَشْرَارِ النَّاسِ ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب سب لوگ مر جائیں گے تو بارش ہوگی جس سے آدمیوں کے جسم بحال ہو جائیں گے۔ دیکھئے بارش کب آئے گی؟ اس کی خبر حضور علیہ السلام سینکڑوں برس پہلے دے رہے ہیں۔

۳) حضور اکرم ﷺ نے امام مہدی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو لڑکا ہونے کی خبر تو اس وقت سے ہے جب نطفہ بھی باپ کی پیٹھ میں نہیں۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴) کل کی بات کی اطلاع اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے قیامت تک ہونے والے واقعات بیان فرما دیے۔ نیز بوقتِ جنگِ خیبر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ کل کی خبر حضور علیہ السلام نے دی۔

۵) خود اپنی وفات شریف کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور تم میری اس مسجد اور قبر پر گذرو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عَسٰى اَنْ تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ ۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے نہ صرف اپنی وفات کی اطلاع دی۔ بلکہ اپنی وفات کی جگہ اور قبر مبارک کی جگہ بھی بتا دی۔ بہرحال اس قسم کے مضمون کی حدیثیں ہیں جو اس امر پر دال ہیں کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کو اللہ عزوجل نے ان پانچ باتوں کا علم بھی عطا فرما دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور سید عالم نُورِ مجسم ﷺ نے فرمایا:

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْ مَا یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَتَلَا وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۔

(مشکوٰۃ ص۶۹)

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ رب عزوجل نے فرمایا (اے محمد ﷺ) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا۔ تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصولِ فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے اس کے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنُ حَجَرَ اَیْ جَمِیْعَ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَھَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّۃِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ ھِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ جَمِیْعَ مَا فِی الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ مَا تَحْتَھَا کَمَا اَفَادَہٗ اَخْبَارُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامَ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِیْنَ عَلَیْھَا الْاَرْضُوْنَ کُلُّھَا یَعْنِیْ اِنَّ اللّٰہَ

اَرَیٰ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکُشِفَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فُتِحَ عَلَیَّ اَبْوَابُ الْغُیُوْبِ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السمٰوٰت آسمانوں بلکہ اس سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں۔ وہ سب حضور ﷺ کو معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثور و حوت کی خبر دینا۔ جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کو ان کیلئے کشف فرما دیا اور فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۳۳۳ ج ۱)

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ پس میں نے جانا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبادت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے کے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ

حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر تمام مخلوقات کی ابتداء سے لے کر جنتیوں

کے جنت میں داخل ہونے ...... اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(بخاری شریف مشکوٰۃ ص ۵۰۶)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

(مسلم شریف ص ۳۹۰ ج ۲)

حضور ﷺ نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو ہونے والی تھی (قیامت تک) ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔ (مسلم شریف ص ۳۹۰ ج ۲)

کہ حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو ہونے والا تھا وہ سب کچھ بیان کر دیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا۔ جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ تَرَكْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ اِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا۔ (مسند احمد، طبرانی)

کہ حضور علیہ السلام نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش

کیا۔ یہاں تک کہ اس سے وہ بکری چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق چھین لینے کا قصد کیا جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخْلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ قَالَ فَکَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهٗ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

(مشکوٰۃ ۵۴۱)

چرواہا بولا۔ بخدا۔ آج کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیئے نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تھیں۔ ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ مَسَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ اَیْ مِنْ نَبَاءِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ)

کہ حضور ﷺ تمہیں اگلوں کی گزری ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دنیا اور

آخرت میں ہونے والی سب کی خبریں دیتے ہیں۔

علامہ خازن تفسیر خازن پارہ ۴ زیرِ آیت مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَىَّ اُمَّتِىْ فِىْ صُوَرِهَا فِى الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى آدَمَ اُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِىْ وَمَنْ يَّكْفُرُ بِىْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِيْنَ قَالُوْا اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمَا يَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِىْ عِلْمِىْ لَاتَسْئَلُوْنِىْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُكُمْ بِهٖ۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۸)

کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری تمام اُمت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتادیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو انہوں نے استہزاء کیا اور کہنے لگے محمد ﷺ کا یہ گمان ہے کہ وہ ان لوگوں کے کفر وایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ یہ خبر حضور پُرنور ﷺ تک پہنچی تو حضور اکرم ﷺ منبرِ اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم پر طعنہ کرتی ہیں۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو تم ہم سے پوچھو گے ہم تمہیں اس کی خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ فَوَاللّٰهِ لَاتَسْئَلُوْنِىْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِىْ مَقَامِىْ هٰذَا۔ (بخاری ومسلم)

خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بار بار فرمایا۔ پوچھو پوچھو بعض نے چند سوالات کئے حضور ﷺ نے جواب دیا اور حضور ﷺ بہت جوش میں تھے۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا رَضِینَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا پھر حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔

ان احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی شے بھی حضور اکرم ﷺ کے علم سے خارج نہیں۔

……

نبی کریم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سراپا اعجاز

حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی پاک کا ہر دور سراپا اعجاز تھا اور آپ کی سیرت مقدسہ کا ہر گوشہ ہدایت و موعظت کا بحرِ بے کراں تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے اخلاق کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، معاملہ کی صفائی، صداقت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ اظہار نبوت سے قبل ہی اپنے تو اپنے دشمن بھی صادق اور امین کے معزز القاب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضورِ اکرم ﷺ کی ایک ایسی بات دیکھی جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی تھی اور یہی بات میرے ایمان لانے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام گہوارہ میں جلوہ فرما ہیں اور چاند سے باتیں کرتے ہیں۔ جس طرف اُنگلی سے اشارہ فرماتے ہیں چاند اسی طرف جھک جاتا ہے۔ (بخاری)

ابھی حضور ﷺ کی عمرِ مبارک ۷ یا ۸ سال تھی کہ مکہ میں قحط پڑا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ ابو طالب کے پاس آئے اور دعا کیلئے استدعا کی۔ فَخَرَجَ اَبُوْ طَالِبٍ وَمَعَہ، غُلَامٌ کَاَنَّہ، شَمْسٌ ۔ تو ابو طالب دُعا کیلئے نکلے، ان کے ساتھ مقدس بچہ تھا گویا کہ آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نمودار ہوا ہو۔ یہ حضورِ اکرم ﷺ ہی تھے۔ جن کو ساتھ لے کر ابو طالب کعبہ میں آئے اور آپ کی پُشت کعبہ کی دیوار سے لگا دی۔

حضور ﷺ نے اپنی نُورانی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور ﷺ کی مقدس اُنگلی کا اشارہ پاتے ہی چاروں طرف سے بادل اُمڈ آئے اور شہر و دیہات خوب سیراب ہوئے اور قریشِ مکہ کو آپ کے وجودِ پاک کی برکت سے قحط کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ ابو طالب نے اپنے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ لِوَجْهِهٖ   ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةُ الْاَرَامِلِ

وہ گورے چٹے جن کے چہرۂ انور کے صدقہ میں پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں اور بیکسوں کے نگہبان ہیں۔ بنی ہاشم جیسے غیور لوگ مصیبت کے وقت ان سے التجاء و فریاد کرتے ہیں۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بچپن میں حضور ﷺ کی آنکھیں دُکھنی آ گئیں۔ میں نے بہت دوائیں کیں، آرام نہ آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے مجھے بتایا کہ مکہ کے فلاں راہب کے پاس جاؤ اور اس سے دوا تجویز کراؤ۔ یہ راہب ہفتہ میں ایک بار اپنے عبادت خانہ سے باہر آتا ہے۔ میں حضور ﷺ کو کندھے پر بٹھا کر اسی راہب کے عبادت خانہ پر پہنچا۔ مگر میرے پہنچنے پر وہ اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا تھا کہ راہب نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا۔ ”ابو طالب تم نے کس بچہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ہے؟ میں نے جب اپنے عبادت خانہ کا دروازہ بند کیا تو میرا کمرہ نُور سے روشن و منور ہو گیا۔ جلد بتاؤ کیا حاجت ہے؟...... میں نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے، اس کی آنکھیں دُکھتی ہیں، کوئی دَوا تجویز فرما دیجئے...... راہب نے حضور ﷺ کو نظر بھر کر دیکھا اور پھر کہا

”ابو طالب تم ایسے بچے کو میرے پاس لائے ہو جسے خُدا نے طبیب کائنات بنایا ہے۔ ان کی دَوا میرے پاس نہیں ہے۔ ان کی دَوا تو انہیں کے پاس ہے“۔ میں نے حیرانی سے پوچھا، وہ دَوا کیا ہے؟ راہب نے کہا اِن کا لعابِ مبارک ان کی آنکھوں

میں ڈال دو ان کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس کی ہدایت پر میں نے حضور ﷺ کا لعاب مبارک حضور ﷺ کی آنکھوں میں ڈال دیا، آشوبِ چشم جاتا رہا۔

تقریباً بارہ برس کی عمرِ شریف میں آپ نے اپنی زندگی اقدس کا سب سے پہلا سفر ابو طالب کے ہمراہ کیا۔ بصرہ میں پہنچ کر ابو طالب بحیرا نامی راہب کی خانقاہ پر اُترے۔ اس راہب نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو کہا، یہ تو سیدالمرسلین ﷺ ہیں۔ لوگوں نے پُوچھا تُو نے یہ بات کیونکر جانی؟ راہب نے جواب دیا، جب تم پہاڑ سے اُترے تو میں نے دیکھا، حضور ﷺ پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے اور آپ کیلئے جس قدر درخت و پتھر تھے، سب سجدہ کیلئے جھک گئے تھے۔

قریشِ مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی، مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لئے تا کہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہے لیکن جب حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کی سعادت اسی کو حاصل ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ آخر ایک بوڑھے قریشی نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے آئے وہی ثالث قرار پائے گا۔ سب نے یہ رائے تسلیم کر لی، دوسرے دن تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے، لیکن صبح کو سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ جمالِ جہاں تاب چہرۂ محمدی ﷺ تھا۔ رحمتِ عالم کو دیکھ کر سب نے بلا تکلف آپ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود اس میں رکھا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے فرمایا، چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر موقع پر آ گئی تو آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب کر دیا اور اس طرح ایک سخت لڑائی آپ کے جودتِ ذہن اور حُسنِ تدبّر سے رُک گئی۔

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں

حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العلمین محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد سے قبل یہ انسان، یہ دنیا توحید کے مفہوم کو فراموش کر چکی تھی۔ چاند، سورج، پتھر، گوبر کی پرستش ہوتی تھی۔ جب رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو یہ دنیا مادیت سے روحانیت کی طرف، شرک سے توحید کی طرف، مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ ہوئی۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یعنی معبود ایک اللہ ہے۔ وہی حقیقی اطاعت و عبادت کے لائق ہے۔ یہی اصلِ ایمان ہے اور ایمان کے سب کاموں سے مقدم خالقِ کائنات کی عبادت ہے۔

رسالت

رسول کی بعثت سے قبل دنیا نے خدا کیلئے بیوی اور بیٹا بنا رکھے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ صفاتِ الٰہی قلب کے صفحہ سے محو ہو چکی تھیں۔ لوگ خدا کی طرف بُری باتوں کی نسبت کر دیتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے آپ نے فرمایا۔ خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نہ وہ پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ اللہ کے نبی، خدا کے بندے اور اس کے عبد اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی شان اور عظمت ہے۔ رسول کو خدا کے مرتبہ تک پہنچانا یا اس کو

خدا کا بیٹا کہنا رسالت کی توہین ہے۔

کعبہ

بعثتِ رسول ﷺ سے قبل خلیل علیہ السلام کا کعبہ بت خانہ تھا۔ یہ مقامِ متبرک جو وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کیلئے مخصوص تھا۔ وہاں تین سو ساٹھ بُت نصب تھے اور ان کی بے دھڑک باپ خود اپنے ہاتھ سے اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا۔ رسول ﷺ آئے آپ نے اس شقاوت و بے رحمی کا دروازہ بند کر دیا۔ فرمایا:

لَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ۔

فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

عورت

عورت کی مظلومیت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہودی بحالتِ حیض عورت سے قطع تعلق کر لیا کرتے تھے اور اس کے ہاتھ کے کھانے کو "پاک قرار دیتے تھے۔ عورتیں میراث تھیں۔ مال کی طرح عورت پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ خاوند کے مر جانے کے بعد قریبی رشتہ کا کوئی مرد عورت پر قبضہ کر لیتا اور بغیر مہر کے خواہ اپنے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیتا۔ حتیٰ کہ باپ کے مر جانے کے بعد بھی باپ کی منکوحہ سے بیٹا نکاح کر لیتا، مگر جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو آپ نے اس ظلم و ستم کو ختم کیا۔ عورتوں کو حقوقِ انسانیت سے نوازا۔ حیض کی حالت میں صرف جماع سے منع کیا۔ باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حرام اور خلافِ تہذیب قرار دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا۔

لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَا کَرْهًا۔

زبردستی عورت کا وارث بن جانا حلال نہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے۔ وہ جہاں چاہے

نکاح کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ بالغہ عورت پر باپ کو بھی نکاح کے معاملہ میں جب کہ کفو میں کرے کوئی ولایت نہیں ہے۔

شراب، جواء

ظہورِ رسول ﷺ سے قبل شراب نوشی، قمار بازی کا بازار گرم تھا۔ بدمستی میں دنیا وہ کچھ کرتی تھی کہ شرافت اپنا چہرہ پیٹ لیتی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انصاریوں کے ساتھ شراب پینے إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔

ہاں یہ شراب، یہ جُوا ناپاک ہیں، عملِ شیطان ہیں۔

سُود

ظہورِ رسالت ﷺ سے قبل لوٹ مار، غارت گری، رہزنی عام تھی، ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو لُوٹنا اور غلط طریقے سے حاصل کئے ہوئے مال کو شیرِ مادر سمجھتا تھا۔ سُود کی کثرت تھی۔ سرمایہ دار سُود کے ذریعہ غریبوں کا خون چُوستے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کاشتکار اور غریب طبقہ دولتمندوں کا زر خرید تھا۔ حتیٰ کہ عورتیں تک گروی رکھ دی جاتی تھیں۔ مگر جب رسولِ کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے مال حاصل کرنے کے صحیح طریقے بتائے۔ آپ نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا کہ باطل کے ذریعہ مال حاصل کرنا حرام ہے۔ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا...... اور اس (اللہ) نے سُود حرام قرار دیا ہے۔

زنا اور فواحش

زنا، فسق و فجور عام تھا۔ فخریہ اشعار میں، عورتوں کے ساتھ جو بے حیائیاں کی جاتی تھیں ان کو بیان کیا جاتا تھا۔ امراؤالقیس میں مصروف تھے اور مغنیہ گا رہی تھی۔

الا یا حمزۃُ للشرب النواء۔

اے حمزہ موٹی اونٹنیوں کیلئے۔

یہ مصرعہ سُن کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اُٹھے، اونٹنیوں کے پیٹ چاک کر کے ان کے کلیجے نکال لئے۔ شراب کے عام رواج کا یہ عالم تھا کہ عربی زبان میں اس کے ۲۵۰ نام ہیں۔ عرب کا ہر گھر شرابی تھا اور بچے اور بیویاں ساقی۔ سُود خواری و مے نوشی کی اس کثرت نے عریانی و فحاشی کو عبادت میں بھی شامل کر لیا تھا اور خانہ کعبہ کے طواف کے وقت ننگی مستورات یہ شعر پڑھتی تھیں۔

الیوم یبدو بعضہ او کلہ   فما بدا منہ فلا احلہ

آج بدن کا سب یا کچھ حصہ کُھلے کا جو کُھلا ہے اس سے لُطف حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتی جو عرب کا بڑا شاعر اور شہزادہ تھا۔ اس نے اپنی پھوپھی زاد بہن عنیزہ کے ساتھ جو غلط کاریاں کی تھیں قصیدہ لامیہ میں اس کو بڑے فخر سے بیان کیا ہے۔ باوجود اس کے یہ اشعار تہذیب و تمدن، اخلاق و شرافت کے خلاف تھے۔ مگر عرب کا بچہ بچہ اس کو حفظ کیے ہوئے تھا۔ غرضیکہ بدکاری کا دور دورہ تھا اور یہ ہی ان کا سرمایہ حیات تھا۔ حتیٰ کہ زنا اتنا عام ہو گیا تھا کہ کسی بہادر اور جری کو دیکھتے تو اپنی عورت اس کے پاس بھیج دیتے تا کہ جو بچہ اس عورت سے پیدا ہو اس میں وہی اوصاف آ جائیں۔

رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اس عُریانی اور فسق و فجور کی محافل کو سرد کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا۔ زنا کے قریب مت جانا۔

الغرض، حضور ﷺ آئے تو جہاں سے تاریکی مٹی، نُور آیا، انسان انسان بنا، خُدا اسے ملا۔ ظلم و عدوان کا دَور ختم ہوا اور علم و عرفان، عدل و انصاف اور خدا پرستی کا دور شروع ہوا۔

تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔

اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دُور رہو۔

(۱) سورہ مدثر مکیہ ہے۔ اس میں دو رکوع چھپن آیتیں اور دو سو چھپن کلمے ایک ہزار دس حروف ہیں۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ میں کوہِ حرا پر تھا کہ مجھے ندا دی گئی يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ کچھ نہ پایا۔ اوپر دیکھا ایک شخص آسمان و زمین کے درمیان بیٹھا ہے۔ (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رعب ہوا اور میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اڑھاؤ۔ انہوں نے اڑھا دیا تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا۔ يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔

يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ تدثر بمعنی دثار۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو گرمی حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جائے۔ جیسے چادر' رضائی' کمبل وغیرہ اور شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوا ہو جیسے تہبند' بنیان' پاجامہ وغیرہ۔ نزولِ وحی کے وقت چونکہ حضور علیہ السلام چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے اسی لباس کے ساتھ حضور ﷺ کو

مخاطب کیا گیا۔ جس سے واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کو اپنے محبوب رسول ﷺ کی ہر ادا محبوب ہے۔ حتیٰ کہ استعمالِ لباس کے ساتھ ہیئتِ کذائی بھی اس درجہ پسند ہے کہ اس کے ساتھ ندا فرمائی گئی۔

اس میں اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انبیاءِ کرام کو ادب واحترام، تعظیم وتوقیر کے ساتھ معزز و پرُعظمت اوصاف والقابات سے یاد کیا جائے۔ پھر اس خصوص میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی تو یہ خصوصیت ہے کہ دیگر انبیاءِ کرام کو تو رب العزت جل مجدہٗ نے نام بنام خطاب کیا۔ یاآدم، یاابراھیم، یامُوسیٰ، یاداؤد، یاعیسیٰ کی ندائیں قرآن میں موجود ہیں۔ لیکن جب حبیبِ مکرم ﷺ کو ندا فرمائی تو ان کی کمالِ عظمت ورفعت کے اظہار کیلئے ان کے نامِ پاک کے ساتھ ندا نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کے معزز اوصاف والقابات کے ساتھ یاایھا النبی، یاایھا الرسول، طٰہٰ، یٰسین کے الفاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے۔

یا آدم است باپدرِ انبیاء خطاب
یاایھا النبی خطابِ محمد ﷺ است

قرآن نے آدابِ بارگاہِ نبوت کے سلسلہ میں فرمایا:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔

رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحتِ آیہ فرمایا۔

واستفید من الایہ لایجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ کے ساتھ ندا جائز نہیں۔ جس سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو۔ نہ دنیوی حیات میں اور نہ وصال کے بعد۔

لہٰذا تحریر و تقریر میں جب بھی نام اقدس لیا جائے تو تعظیم کے ساتھ لیا جائے اور درود و سلام لکھا جائے اور محض نام اقدس اور وہ بھی ایک عام انداز میں اور بغیر درود و سلام کے لکھنا بولنا انتہائی درجہ کی شقاوت و بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آدابِ نبوی ﷺ کے پاس ولحاظ کی توفیق عطا فرمائے۔ بعض علماء نے یہ معنیٰ کئے۔

المتدثر بلباس النبوہ والمعارف الانسیۃ۔ (تفسیر ابوسعود)

اے ہماری معرفت اور نبوت کی پوشاک زیبِ تن فرمانے والے۔

✿ تدثر کے معنی طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا کے بھی آتے ہیں۔ تو اب **یا ایھا المدثر** کے معنی یہ ہوں گے کہ اے کاشانہ عالم کو درست و محکم بنانے والے رسول، کاشانہ عالم حضور ﷺ کے علوِ مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنانا اہلِ عالم کی ضروریات، مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے۔ یہ تکمیلِ انداز اور تکبیر و تہلیلِ ربانی اور تطہیرِ خلائق از علائقِ مادی و قلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی۔ رجز و رجس کو دُور فرما کر طہارت ظاہری و باطنی سے اہلِ عالم کو حضور ﷺ ہی نے مطہر بنایا ہے۔

✿ تدثر کے معنی کود کر گھوڑے پر سوار ہونے" کے بھی آتے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں **تدثر فرسہ ای وثب علیہ فرکبہ** تو اب **یاایھا المدثر** کے معنی یہ ہوں گے کہ نہایت ہی جوانمردی، تیزی اور احتیاط کے ساتھ منصب نبوت کو ادا کرنے والے رسول۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام نے نہایت ہی عزم واحتیاط کے ساتھ اور انتہائی جوانمردی اور صداقت وامانت اور دیانت کے ساتھ فرائضِ نبوت کو ادا فرمایا اور قرآن نے حضور علیہ السلام کی اس کوشش کے نتیجہ کا یوں اعلان فرمایا۔

رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ

فقہانے اس آیت کو تکبیر تحریمہ کی فرضیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ لفظِ تکبیر کبھی بمعنی تعظیم آتا ہے اور آیت مذکورہ میں فکبر کا صیغہ امر، تکبیر بمعنی تعظیم سے ماخوذ ہے اور مامور بہ مطلقاً تعظیم نہیں۔ بلکہ وہ تعظیم ہے جو تکبیر تحریمہ کے ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تکبیر تحریمہ مراد ہونے پر اہل تفسیر متفق ہیں اور اس مراد پر اجماع[1] بھی منعقد ہو چکا ہے اور تکبیرِ تحریمہ صرف اللہ اکبر کو نہیں کہتے، بلکہ اس سے مراد وہ ذکرِ الٰہی ہے جس کے بعد فصل نماز[2] شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر اس کا ایک فرد ہوا۔ تو آیت سے بطریقِ مذکور تکبیرِ تحریمہ بمعنے ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر...... البتہ تکبیرِ تحریمہ کا اس فردِ مخصوص (اللہ اکبر) کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور یہ وجوب حدیث سے مستفاد ہے۔ لہٰذا اگر تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر نہ کہا، اور اس کی جگہ اللہ اکبر وغیرہ الفاظ کہے جو تعظیمِ خداوندی پر دلالت کرتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی۔ کیونکہ معمور بہ تکبیر بمعنے تعظیم ہی تھی جو ان الفاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ البتہ وجوب سے بری الذمہ نہ ہو گا۔

تکبیرِ تحریمہ نماز میں فرض ہے

اور کبھی لفظِ تکبیر اللہ اکبر کے معنی میں بھی آتا ہے تو اللہ اکبر کہنا مامور بہ ہوا۔ اور امر وجوب کیلئے ہے۔ لہٰذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا اور چونکہ یہ امر فکبر کتاب کا جزو ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اور امر قطعی کے مامور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ اس

---

(۱) مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحاوی ص ۱۱۸ پر ہے اجمع المسلمون علی ان المراد به تکبیرة الافتتاح وعلیه العقد الاجماع۔

(۲) والذکر الذی تتعقبه الصلوٰة بلافصل هو تکبیرة الافتتاح۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۳۰)

لئے اللہ اکبر کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بجز تحریمہ اور کہیں نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ یہ حکم تحریمہ کیلئے ہے ورنہ نص معطل ہو جائے گی۔ پس بوقتِ تحریمہ خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ثابت ہوا...... لیکن اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ "امر فکبر" کے مامور بہ سے مراد تکبیرِ تحریمہ ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب سے مراد تکبیر تحریمہ بجالانا ہوا۔ جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے۔ لہٰذا اس تقریر سے بھی تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔

فائدہ یہ نہ کہا جائے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت کیسی؟ کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت حضور ﷺ نفل ادا فرماتے ہوں تو اس میں تکبیرِ تحریمہ کا حکم آ گیا۔ (تفسیر کبیر)

نیز یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول متاخر ہے اور ان کے حکم کا نفاذ مقدم ہے۔ جیسے آیتِ وضو کہ یہ بالا جماع مدنی ہے اور اس کا حکم پہلے[1] ہی مکہ میں نماز کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اسی طرح آیتِ جمعہ کہ مدنی ہے۔ حالانکہ نمازِ جمعہ کے حکم کا نفاذ ہجرت سے قبل ہو چکا تھا اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول مقدم اور حکم کا نفاذ موخر[2] ہے۔ جیسے سورۂ مزمل میں واتوالزکوٰۃ کہ یہ آیت مکی ہے اور اس کے حکم پر عملدرآمد مدینہ منورہ میں ہوا (اتقان) اس لئے کہ آیت ربک فکبر کا نزول مقدم ہوا اور حکم پر عملدرآمد موخر ہو۔

---

(۱) واضح رہے کہ مکہ میں نماز کے ساتھ وضو کا حکم اس وقت قرآن کی کسی آیت میں نہیں نازل ہوا بلکہ بعد میں مدینہ شریف میں وضو کا حکم آیا۔ اس سے واضح ہوا کہ مکہ میں ہجرت سے قبل وضو کا حکم اس وحی کے ذریعے نازل ہوا تھا۔ جو حضور ﷺ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔

(۲) اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآنی احکام کے نفاذ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ قرآن کے علاوہ حضور ﷺ پر وحی فرماتا تھا اور حضور ﷺ اس وحی کے مطابق جو قرآن کے علاوہ ہوتی تھی۔ قرآنی احکام کو نافذ و جاری فرماتے تھے اور یہ بات حضور ﷺ کی حیاتِ مقدس کے ساتھ خاص تھی۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد قرآن کا کوئی حکم موخر و مقدم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کسی پر وحی کا آنا اور کسی کو نبوت ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔

وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ

"ثِیاب" "ثوب" کی جمع ہے اور "طَہِّر" "تَطْہِیر" سے متعلق ہے۔ ان دونوں لفظوں میں چار احتمال ہیں۔ اوّل یہ کہ ثوب اور تطہیر کے حقیقی معنیٰ مراد ہوں۔ تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا۔

اندرونِ نماز یا بیرونِ نماز؟ آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن آیت ربک فکبر میں جب اجماعاً تکبیرِ تحریمہ مراد ہے اور یہ پہلی آیت کے بعد بلا فصل واقع ہے تو بقرینہ سیاق آیت ثیابک فطہر کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ بحالت نماز کپڑے صاف رکھے جائیں چنانچہ کپڑوں کا پاک رکھنا اندرونِ نماز فرض ہے۔ بیرون نماز مستحب ہے...... اور بتقدیر بیروں نماز مراد یہ ہوگی کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔ آپ ان کی عادت اختیار نہ کریں تو یہ حکم بیرونِ نماز کیلئے ہوا۔ کیونکہ اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ امر استحباب کیلئے ہوا۔ یعنی بیرونِ نماز کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا مستحب ہے۔

دوم یہ کہ ثوب کے حقیقی معنیٰ اور تطہیر کے مجازی معنیٰ مراد ہوں تو اس صورت میں اگر تطہیر بمعنیٰ تقصیر[۱] کی جائے تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کپڑوں میں تقصیر کی جائے یعنی اہلِ عرب کی طرح اتنے لمبے نہ ہوں کہ زمین سے لگیں۔ کیونکہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے ......اور اگر تطہیر بمعنیٰ ازالہ[۲] نجاست معنوی ہو تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاستِ معنوی سے پاک رکھیے۔ یعنی حلال طریقہ پر حاصل کیے گئے ہوں، مغصوب نہ ہوں۔

(۱) واضح ہو کہ تطہیر کا معنیٰ تقصیر مجاز ہونا ظاہر ہے۔

(۲) اور تطہیر بمعنیٰ ازالہ نجاستِ معنوی میں دو قول ہیں اوّل یہ کہ نجاستِ حسی (جیسے پاخانہ، پیشاب وغیرہ) اور نجاستِ معنوی جیسے زنا، چوری، شراب خوری، گناہ وغیرہ میں تطہیر حقیقت ہے۔ دوم یہ کہ تطہیرِ نجاست حسی کے ازالہ میں حقیقت اور نجاستِ معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے احتمال دوم کی دوسری صورت اسی قول پر مبنی ہے فافہم

سوم یہ کہ ثوب کے معنیٰ مجازی اور تطہیر کے حقیقی معنیٰ مراد ہوں۔ اس احتمال پر ثیاب بمعنی جسد[1] ہوگا۔ تو اب معنیٰ یہ ہوں گے۔ مشرکین بوقتِ استنجا نظافت کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی اس عادت سے اجتناب چاہیے۔

چہارم یہ کہ ثوب اور تطہیر دونوں میں مجازی معنیٰ مراد ہوں گے۔ اس احتمال پر اگر لفظ ثیاب بمعنی نفس ہوگا تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک رکھئے

- ثوب بمعنی دین بھی استعمال ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ (بخاری) پھر آپ نے اس کی تعبیر دین سے فرمائی۔
- ثوب بمعنی عمل واخلاق اور بمعنی عورت (بیوی) اور بمعنی خلق ونیت بھی استعمال ہوتا ہے ''اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ اپنے عمل کو درست رکھیے۔ اپنے قلب اور اپنی نیت کو پاک رکھیے۔
- امام بیضاوی نے فرمایا کہ معنیٰ یہ ہیں **فطهر دثار النبوۃ** یعنی پوشاکِ نبوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھیے جو اس کے مناسب نہیں جیسے کینہ، بغض، حسد وغیرہ

واضح ہو کہ ان سب احتمالوں میں احتمال اوّل بہرحال راجح ترین ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لفظِ ثیاب اور لفظِ تطہیر اور امر تینوں اپنے حقیقی معنیٰ پر رہتے ہیں۔ اس کے برعکس باقی احتمالوں میں بلاضرورت حقیقت سے عدول لازم آتا ہے۔ اسی لئے فقہائے احناف نے آیتِ مذکورہ میں حقیقی معنیٰ اختیار کئے ہیں اور بحالتِ نماز طہارتِ ثوب کی فرضیت کا اثبات اسی آیت سے فرمایا ہے۔

---

(۱) اہلِ عرب لفظ ثیاب بمعنی جسد استعمال کرتے ہیں عرب کا مشہور شاعر عنترہ کہتا ہے۔ فشککت بالرمح الاصم ثیابہ ای طعنت جسدہ بالرمح الاصم اہل عرب ایسے شخص کو جو بُرے اخلاق سے متصف نہ ہو طاہر الثیاب کہتے ہیں۔ نیز خبیث العمل آدمی کو خبیث الثیاب کہا جاتا ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

رجز کے چند معنی ہیں۔ اصنام، عبادت، اصنام، معصیت، شرک، پلیدی، عذاب، شیطان۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاءِ کرام اخلاقِ عالیہ وصفاتِ حسنہ سے خلقتاً موصوف ہوتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ وذمیمہ، عہد شکنی، تکبر، ریا وغیرہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اسی طرح رجز کے پانچوں معنی سے بھی انبیاء کرام کا پاک وصاف ہونا بدیہی امر ہے اور مذکورہ بالا احتمالوں کی بناء پر وثیابک فطہر کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ عمل کو درست رکھیے۔ دین کو پاک رکھیے...... تو کیا اس حکم کے نزول سے قبل آپ کے اخلاق اچھے نہ تھے؟ یا عمل درست نہ تھا؟ اسی رجز کے معنی اگر عبادتِ اصنام کے کیے جائیں تو ترجمہ ہوگا۔ ''بتوں کو عبادت ترک کر دیجیے''۔ معصیت کیلئے جائیں تو ترجمہ ہوگا۔ ''معصیت ترک کر دیجیے''۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ جس وقت حضور علیہ السلام کو ترک کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وقت آپ عبادتِ اصنام کرتے تھے یا معصیت کے ساتھ متصف تھے۔ غرضیکہ رجز کے جو بھی معنی لیے جائیں۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ اس معنی کے ساتھ متصف ہوں۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ جواب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اس لئے دونوں جگہ فطہر وفاھجر کا امر مداومت کیلئے ہے۔ لہٰذا وثیابک فطہر کے معنی یہ قرار پائیں گے کہ اخلاقِ حسنہ کے ساتھ تو پہلے ہی سے متصف ہیں۔ لیکن اخلاقِ حسنہ کے اختیار کرنے پر مداومت فرمائیے۔ اسی طرح والرجز فاھجر کے معنی یہ ہوں گے۔ اصنام کی عبادت اور معصیت کا ارتکاب تو آپ سے ممکن ہی نہیں ہے لیکن عبادتِ اصنام وغیرہ کے ترک پر ہمیشگی (مداومت) کیجئے۔ یعنی جیسے اب تک آپ ان سے علیحدہ رہے ہیں آئندہ بھی علیحدہ رہیں اور اس کی مثالیں قرآن میں اور بھی ہیں۔ مثلاً یاایھا النبی اتق اللہ۔ اے اللہ کے نبی اللہ سے ڈریے۔ ولا تطع الکافرین کافروں کی

اطاعت نہ کیجئے۔ یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمانا: لاتتبع سبیل المفسدین مفسدوں کا راستہ اختیار نہ کیجئے تو ان سب آیتوں میں امر مداومت کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے تو آپ ڈرتے ہیں۔ آئندہ بھی ڈرتے رہیے۔ مفسدوں کے راستہ کو اختیار کرنا تو آپ کیلئے ممکن ہی نہیں ہے۔ آئندہ بھی اس راستہ کو اختیار نہ کیجئے۔

* * *

درود وسلام کے برکات وحسنات

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے احسانات بے حد وحساب ہیں۔ آپ نے کفر وشرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح وکامیابی کا ایک نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمت دُنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح وکامرانی حاصل کرسکتی ہے۔ ایسے عظیم وجلیل محسن کے احسانات کا اقرار واعتراف نہ کرنا بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن اُمت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شکریہ کس طرح ادا کرسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

اے ایمان والو! ان پر خوب درود اور سلام بھیجو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ پر درود بھیجنا حضور ﷺ کے احساناتِ عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیاز مندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لئے قرآنِ مجید میں حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل وبرکات بیان کئے گئے اور حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی۔

درود شریف کے فضائل

حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص کی ناک غبار آلود ہو کہ جس کے

سامنے میرے نام کا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اَخْطأَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ۔ (شفاء ص ۶۲)

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا۔

نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا:

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ (ترمذی)

ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت مجھ پر درود نہ پڑھے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے۔

اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا۔ الخ

جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو اس کو بہترین جواب دو ورنہ اتنا ہی دو۔

آیتِ بالا میں سلام کرنے کا حکم ہے۔ حدیث میں بھی حضور ﷺ نے سلام کو پھیلانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دو۔ یہ حکم جمیع مومنین کیلئے ہے۔ حضور اکرم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں۔ ادھر ہمیں حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم ہے اور بحکم آیتِ قرآنی حضور ﷺ ہمارے درود کا جواب نہایت ہی عمدہ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ہماری مغفرت طلب فرماتے ہیں اور شفاعت کہتے ہی مغفرت کو ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنے والے کی حضور ﷺ ضرور شفاعت فرمائیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضور ﷺ پر درود وسلام نچھاور کرتے ہیں اور کونین کی نعمتیں پاتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ جو اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر

ایک سو مرتبہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ یعنی ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارا درود میری قبر میں مجھ تک پہنچاتا ہے۔ جیسے تم پر تحفے پیش کئے جاتے ہیں۔

اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰)

وصال کے بعد میرے علم کی کیفیت وہی ہے جو میری حیات میں تھی۔

حدیث کے آخری جملوں سے واضح ہوا کہ وصال کے بعد بھی حضور ﷺ کی تمام قوتوں کی کیفیت وہی ہے جیسی حیات میں تھی۔ حضور ﷺ ہمارے درود کو بذات خود سنتے ہیں اور فرشتوں کے ذمہ درود پہنچانے کی خدمت ایسے ہی ہے۔ جیسے ہمارے اعمال فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ بَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔ (جلاء الافہام ص ۷۳)

میرا جو اُمتی مجھ پر درود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے وہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کی اور آپ کی وفات کے بعد؟ فرمایا میری وفات کے بعد بھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا زمین پر کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ (ترمذی ابن ماجہ)

میں ہر اس چیز کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔

اس حدیث میں کلمہ ما یا تو موصولہ ہے یا نکرہ۔ اگر ما موصولہ ہو تو عموم واضح ہے کیونکہ ما موصولہ کلمات عموم سے ہے اور اگر ما نکرہ ہے تو حسب ضابطہ جب ما نکرہ حیز نفی

میں ہے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ بنا بریں اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر اس چیز کو دیکھتے ہیں جو سب کی حدِ نظر سے باہر ہے اور ہر اس آواز کو خواہ وہ آواز زمین کی یا آسمان کی، عرش و کرسی کی ہو یا انسانوں اور حیوانوں کی۔ نباتات کی ہو یا جمادات کی۔ جنات کی ہو یا فرشتوں کی سب کی آواز کو سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کلمہ ما کے عموم میں درود و سلام پڑھنے کی آواز بھی داخل ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اپنے ہر امتی کا درود و سلام خواہ وہ عالم کے کسی بھی حصہ میں ہو بگوشِ خود سنتے ہیں۔

درود کے معنی

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کو دنیا میں بلند فرما۔ ان کی دعوتِ اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔

وَفِی الْاٰخِرَةِ بِتَشْفِیْعِهٖ فِیْ اُمَّتِهٖ۔

اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی امت کے حق میں قبول فرما۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ہمیں اس طرح حضور ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود پڑھنا چاہیے۔

صَلَّیْنَا عَلَی النَّبِیِّ وَسَلَّمْنَا عَلَیْهِ۔

ہم درود بھیجتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ پر

مگر سب جانتے ہیں کہ ہم اس طرح درود نہیں پڑھتے، بلکہ یوں پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

اے اللہ! تو رحمت بھیج محمد ﷺ پر۔

یعنی درود ہم کو بھیجنا چاہیے تھا مگر ہم اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو درود

بھیج تو اس کی کیا وجہ ہے۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہمیں اپنے رسول پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

وَلَیْسَ فِی وُسْعِنَا اَنْ نُصَلِّیَ صَلَاۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ لِاَنَّا مَا نَقْدِرُ وَاَنْتَ عَالِمٌ بِقَدْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنْتَ تَقْدِرُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ صَلَاۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ۔

لیکن ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ پر درود بھیجیں کیونکہ حضور ﷺ کی جو عزت و منزلت اور مرتبہ کی بلندی سے جیسے تو واقف ہے ہم نہیں ہیں۔ اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور ﷺ کی شان کے مطابق درود بھیج دے، کیونکہ تو اس پر قادر ہے۔

علامہ شوکانی نے جو نکتہ بیان کیا ہے۔ منکرینِ عظمتِ نبوی ﷺ کی آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا مرتبہ اور آپ کی شان خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہم لوگ تو صرف چند آسان سی تجلیوں کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کے اوصاف بیان کر دیتے ہیں ورنہ

محمد ﷺ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھئے شانِ محمد ﷺ

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا ایک شخص حج میں ہر مقام پر درود شریف پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ ایک سفر میں میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ میں تنہا تھا اور میرے والد کا منہ کالا

ہو گیا تھا۔ سخت فکر مند تھا۔ الٰہی کیا کروں۔ اسی کشمکش میں میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے باپ کی صورت ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کی۔ سرکار یہ کیا' تو آپ نے فرمایا تمہارا باپ سخت مجرم تھا۔ مگر درود شریف کثرت سے پڑھتا تھا۔ پس جب سے میں درود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ (رُوح البیان)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے مجرم کا چہرہ روشن ہو گیا اور سرکار دو عالم ﷺ نے اکرام و انعام کی بارش فرما دی۔

شہد کی مکھیاں

ایک دن حضور سرورِ عالم ﷺ نے شہد کی مکھیوں سے فرمایا کہ تم شہد کس طرح بناتی ہو۔ مکھی نے عرض کی۔ سرکار! ہم پھولوں کا رس چوستے ہیں اور پھر اپنے گھر آ کر اس کو اُگل دیتے ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر پھولوں کا رس مختلف ذائقہ کا ہوتا ہے۔ ان میں شیرینی کہاں سے آ جاتی ہے۔ مکھی نے عرض کی۔

گفت چوں خوانیم بر احمد درود   می شود شیریں و تلخی را ربود!

(یارسول اللہ ﷺ جب ہم گلشن سے رس لاتے ہیں تو اس پر درود شریف پڑھتے ہیں۔ شہد کی شیرینی درود پاک کی برکت سے ہے)

سبحان اللہ! درود شریف کی برکت سے پھیکے اور تلخ رس میں شیرینی پیدا ہو گئی۔

مفسر شہیر علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک صاحب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوئے کہنے لگے مدت سے تمنا تھی کہ حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہو' تو اپنی زبوں حالی کی داستان خدمتِ اقدس میں پیش کروں۔ اللہ کے فضل سے گذشتہ روز دیدارِ پر انوار سے مشرف ہوا۔ میں نے بحضورِ نبوی ﷺ عرض کی یارسول اللہ ﷺ ایک ہزار روپے کا مقروض

ہوں۔ ادائیگی پر قدرت نہیں، خوف دامنگیر ہے کہ اگر بغیر ادائیگی قرض موت آ گئی، تو یہ بارِ عظیم میری گردن پر باقی رہ جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ محمود سبکتگین کے پاس جا کر ان سے رقم طلب کرو۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ اگر سلطان نے نشانی طلب کی اور ثبوت مانگا تو کیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سلطان سے کہہ دینا کہ تم سونے سے پہلے تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو اور بیدار ہو کر بھی تیس ہزار بار درود پڑھتے ہو۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مجھے تمہارے پاس حضور اقدس ﷺ نے بھیجا ہے۔
چنانچہ انہوں نے بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یہ سن کر سلطان پر گریہ طاری ہو گیا، ان کا قرضہ ادا کر کے ایک ہزار روپے مزید ان کی خدمت میں پیش کیے۔

ارکانِ دولت نے سلطان کی خدمت میں عرض کی، عالی جاہ آپ نے اس شخص کی ایسی بات کی تصدیق کی جو ناممکن ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی آپ کو اس تعداد میں درود پڑھنے میں مشغول نہیں دیکھا؟ پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی، اتنی قلیل مدت میں آپ ساٹھ ہزار مرتبہ درود شریف کس طرح پورا فرماتے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا۔

میں نے علماء کرام سے سنا تھا کہ جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف ایک مرتبہ پڑھے گا وہ دس ہزار بار پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں اس درود شریف کو تین مرتبہ سوتے وقت اور تین مرتبہ بیدار ہو کر پڑھ لیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ساٹھ ہزار بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہو گئی اور مجھ پر گریہ اس خوشی میں طاری ہوا کہ علماء کرام کے ارشاد کی تائید حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرما دی۔ وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَكَرَّ الْجَدِيْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَهٗ، وَاَرْوَاحَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مِنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَثِيْرًا۔

اسلام میں سُنت رسول ﷺ کا مقام

اس مسئلہ پر بحث سے قبل تین باتیں قابل غور ہیں۔

اوّل اللہ تعالیٰ نے کتاب اور رسول کے واسطہ کے بغیر خود ہی مخلوق کی ہدایت کیوں نہ فرمائی۔

دوم رسالت کے کام کیلیے صرف انسانوں کو کیوں منتخب کیا۔ فرشتوں یا دیگر غیر انسانی ہستیوں کو اس کام کیلئے کیوں نہ مامور کر دیا۔

سوم تمام آسمانی کتابوں کو رسول کے واسطہ سے کیوں نازل کیا۔ صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی۔

سوال اوّل کا جواب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ غایۃ تجرد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی وہ ایک ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لئے انسان میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خدا سے بلاواسطہ ہدایت اور فیض حاصل کرے اور نہ خدا ہی بلاواسطہ اپنے بندے سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ خدا قادر نہیں ہے؟ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقصان انسان میں ہے۔ اس میں یہ صلاحیت اور قابلیت اور استعداد ہی نہیں ہے کہ وہ براہ راست خدا سے فیض لے کیونکہ ناقص کامل سے اسی وقت بلاواسطہ فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ ناقص اور کامل میں کوئی

مناسبت ہو۔ اور خدا اور بندہ میں تو کوئی مناسبت ہے ہی نہیں۔ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق۔ خالق اور مخلوق کا کیا جوڑ۔ اس لئے اللہ سے فیض لینے اور اس کی رضا اور احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے ایک واسطہ کی ضرورت پڑی۔ ایسا واسطہ جس کا تعلق خدا سے بھی ہو اور مخلوق سے بھی۔ پس یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں جن کے ذریعہ مخلوق کا تعلق خدا سے قائم ہوتا ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ انسان تو عافیت نقصان میں تھا اور وہ اپنی عدم صلاحیت کی وجہ سے خدا سے بلاواسطہ تعلق پیدا نہیں کرسکتا تھا۔ پھر انبیاء جو انسان ہی ہوتے ہیں۔ وہ اللہ سے کیسے تعلق پیدا کرسکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء اگرچہ انسان ہی ہوتے ہیں مگر انسانیت کی نہایت بلند سطح پر ہوتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے خود ایسی صلاحیت اور استعداد پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ بلاواسطہ اس سے تعلق رکھیں۔ انبیاء میں چند خصوصیات ایسی ہوتی ہیں۔ جو انسانوں میں تو کیا فرشتوں میں بھی نہیں پائی جاتیں۔ جیسے خدا اپنی مخلوقات کے درمیان تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر ہوتا ہے اسی طرح انبیاء کرام عام انسانوں میں تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ تجرد کی جہت سے وہ خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور تعلق کی جہت سے وہ پیغامات الٰہی بندوں تک پہنچادیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے انبیاء کرام کو واسطہ قرار دیا اور خود بلاواسطہ مخلوق کی ہدایت نہیں فرمائی۔

سوال دوم کا جواب یہ ہے

اللہ کی سنت یہ ہے کہ عام انسانوں کی ہدایت کیلئے رسول بشری ہی مبعوث فرماتا ہے اور اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے یا غیر انسانی ہستیاں انسان کی ہدایت اور تزکیہ کا سبب نہیں بن سکتی۔ کیونکہ انسان کی ہدایت کا سبب

وہی بن سکتا ہے جو انسان کے ساتھ مناسبت رکھے۔ فرشتے اپنی نورانیت اور ملکیت کی وجہ سے اور غیر انسانی ہستیاں اپنے فطری قصور اور عدم صلاحیت کی وجہ سے انسان کیلئے ہادی نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ ہر زمانہ کے کفار نے انبیاء و مرسلین سے یہ ہی مطالبہ کیا ہے کہ اگر خدا کو پیغام پہنچانا ہی منظور ہے تو ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کرتا کہ ہمیں اس پیغام کے منزل من اللہ ہونے کا یقین آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے جواب میں فرمایا:

لَو جَعَلْنَاہُ مَلَکًا لَّجَعَلْنٰہُ رَجُلاً۔

اگر ہم فرشتے بھی بھیجتے تو ان کو انسانی لباس میں بھیجتے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ انسان کی ہدایت اور تزکیہ و تربیت کیلئے فرشتہ کام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ فرشتے اور انسان میں کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ فرشتہ انسانی جذبات سے محروم ہے۔ شہوانی قوتیں اس میں مفقود ہیں انسانی ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ ایسے ملکی اور نوری افراد انسان کی تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کر ہی نہیں سکتے اسی لئے فرمایا کہ اگر ہم فرشتوں کو بھیجتے تو بھی ان کو لباس بشریت میں بھیجتے تاکہ انسان اور فرشتہ میں مناسبت پیدا ہو جاتی۔ بلکہ قرآن کریم نے یہاں تک فرمایا کہ فرشتے اسی صورت میں بھیجے جا سکتے تھے جبکہ زمین پر فرشتے بستے ہوتے۔

لَوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ ۔ لَنَزَّلْنَا عَلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلاً۔

اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کیلئے رسول ملکی کو مبعوث فرماتے۔ (قرآن مجید)

اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی ہدایت و تزکیہ و تربیت کیلئے فرشتوں کی بجائے انسانوں کو ہی رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔

سوال سوم کا جواب یہ ہے

اب رہا یہ سوال کہ کتاب کو رسول کے واسطہ سے کیوں نازل کیا۔ صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں کو رسول ہی کے واسطے سے نازل کیا ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ صرف کتاب نازل کر دیتا اور کتاب کے مطبوعہ نسخے ہر انسان تک پہنچا دیئے جاتے۔ اگر کتاب کی اشاعت کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو بلاشبہ یہ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوتا کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بالکل ظاہر خارقِ عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ کتاب واقعی خدا کی طرف سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے باوجود قادر مطلق ہونے کے یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے رسولوں ہی کے ذریعہ کتابیں نازل کیں تا آنکہ قرآن شریف کی باری آئی۔ تو قرآن بھی بلاواسطہ نہیں دیا۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے بڑے انتظامات فرمائے۔ پھر ایک مقدس ہستی کو ابتدا ہی سے قرآن کیلئے مخصوص و منتخب فرمایا۔ جب وہ ہستی دنیا میں جلوہ فرما ہو گئی۔ تو پھر قرآن نازل ہوا۔ اور رسول کریم ﷺ کے واسطہ سے قرآن بھی دیا گیا۔ آخر کیوں؟ اس کا تسلی بخش جواب خود قرآن ہی نے دیا ہے اس نے بتایا ہے کہ اللہ نے جس قدر رسول مبعوث کیے ہیں۔ ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ فرامین الٰہی کے مطابق حکم دیں اور لوگ انہیں کے احکام کی اطاعت کریں۔ وہ کتاب الٰہی پر خود عمل کر کے دکھائیں اور لوگ انہیں کے نمونہ کو دیکھ کر ان کا اتباع کریں۔

مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ۔

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ دنیا میں جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب نے اپنی امت سے یہی مطالبہ کیا۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ۔

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے بھی یہ ہی کہلوایا گیا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔

ان نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ کتاب کے ساتھ رسولوں کو اور قرآن کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ کتاب اور رسول دونوں کی اطاعت کی جائے اور اللہ کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح لوگ میری کتاب کی اطاعت کریں۔ ٹھیک اسی طرح لوگ کتاب کے ساتھ جو رسول بھیجا گیا ہے اس کا بھی اتباع کریں۔

مُعلّم کتاب

اس میں شک نہیں کہ کتاب (قرآن) دین و شریعت کی اصل ہے اور ادلۂ شرعیہ میں سب سے مقدم اور محکم قرآن ہی ہے اور یہ بات منکرین حدیث کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن صرف اصول دیتا ہے۔ اور اپنے اصول کی تشریح و توضیح کسی اور پر چھوڑ دیتا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا قرآن ناقص ہے؟ کیا وہ ملت کا دائمی اور آخری ضابطۂ حیات نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے تو پھر قرآن میں اصول کیوں ہیں؟ اجمال اور ابہام کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ بھی خود قرآن ہی نے بتا دی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اگر محض کتاب اتار دی جاتی۔ اور اس کے ساتھ کوئی رسول نہ آتا تو لوگ آیات کے معانی میں اختلاف کرتے۔ اصول کی جزئیات میں لڑتے جھگڑتے اور کون ان کی تسلی کرنے والا اور غلطی کی نشاندہی کرنے والا نہ ہوتا۔ اور اس طرح اللہ کی کتاب جدال و نزاع کا اکھاڑہ بن جاتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ رسول ﷺ کو بھی مبعوث کیا اور قرآن کو رسول کریم علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ یہ صرف اس لئے تا کہ لوگ اپنے اپنے طور پر نہیں بلکہ رسول علیہ السلام کے بیان اور تشریح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

قرآن کریم نے اپنے ساتھ رسول ﷺ کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔

ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ پر اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ خوب کھول کھول کر بیان کردیں اس کو جوان کی طرف نازل کی گئی ہے۔

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ قرآن کے ساتھ رسول ﷺ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ رسول قرآن کے شارح ہیں اور ان کا فرض نبوت یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی خوب تشریح و توضیح فرمائیں اور امت کا فرض یہ ہے کہ وہ رسول کا اتباع کرے اور اس کے اسوۂ حسنہ پر چلے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تمہارے لئے رسول کریم میں بہترین نمونہ ہے۔

تلاوتِ آیات

پھر یہ ہی نہیں کہ قرآن نے صرف ایک ہی جگہ رسول کے اس منصب اور فرض کو بیان کردیا۔ بلکہ متعدد مقام پر رسول کے فرائض اور اس کے مراتب سے دنیا کو آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ فرمایا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔

یہ رسول قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اس آیت میں دو چیزیں الگ الگ ذکر کی گئی ہیں۔

۱) تلاوتِ آیات
۲) تعلیم کتاب

آیات کی تلاوت کا مطلب تو بالکل واضح ہے البتہ تعلیم کتاب کی مراد پر غور کرنا ہے۔ اگر تعلیم کتاب سے بھی قرآن کی عبارت پڑھ کر سنانا اور یاد کرانا ہی مقصود ہے تو تلاوت آیات سے الگ کوئی چیز نہ ہوئی۔ حالانکہ وہ اس سے الگ چیز ہے اور الگ ہی ذکر کی گئی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یقیناً تعلیم کتاب سے مراد قرآن کی تشریح اس کے معانی ومطالب کی توضیح ہی ہے۔ جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس طرح حضور ﷺ کے فرائض نبوت میں الفاظ وکلماتِ قرآن کریم کی تلاوت ہے۔ اسی طرح اس کے معانی ومطالب کا بیان بھی فرائض رسالت میں داخل ہے تو اب لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ جس طرح متنِ قرآن حجت ہے۔ اسی طرح اس کی نبوی تشریح بھی حجت ہے۔ ورنہ قرآن کا آپ کو معلم کتاب کہنا اور کتاب کی تعلیم کو آپ کا فرض رسالت قرار دینا بالکل بے معنی ہوگا۔ جب قرآن کریم سے حضور علیہ السلام کا معلم اور شارح ہونا ثابت ہوگیا۔ تو جو شخص آپ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ جیسے حضور علیہ السلام نے متنِ قرآن کی تلاوت وتبلیغ کو اسی طرح آپ نے قرآن کریم کے مطالب ومعانی بھی بیان فرمائے۔ پھر جب قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے۔

حضور ﷺ آخری نبی‘ تو نہ اب کوئی نئی کتاب آسکتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی‘ اور اس آخری کتاب کا اس کے نزول کے وقت سے رہتی دنیا تک باقی رہنا ضروری ہے۔ جب اس کی بقا ضروری ہے تو قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے حضور علیہ السلام کی قولی وفعلی تشریحات وتوضیحات کا بھی ہر دور اور ہر زمانہ میں منقول ومتداول اور موجود رہنا ضروری ہے۔

الغرض: ان دو نصوصِ قرآنیہ سے ثابت ہوا۔

۱) حضور ﷺ قرآن کے شارح ہیں۔

۲) حضور ﷺ نے جس طرح متنِ قرآن کی تبلیغ کی۔ اسی طرح آپ نے

قرآن مجید کے مطالب و معانی بھی بیان فرمائے۔

۳) جب قرآن کریم کا باقی رہنا ضروری ہے تو حضور علیہ السلام کی تشریح کا باقی رہنا بھی ضروری ہے۔

۴) جب قرآن حکیم کی دین میں حجت یقینی ہے تو قرآن حکیم کی شرح بھی دین میں حجت یقینی ہے اور قرآن حکیم کے ساتھ اس کی شرح (حدیث) کو ماننا بھی ضروری ہے۔

تعلیم حکمت

اب آیۃ زیر غور کے دوسرے ٹکڑے پر غور کیجئے۔ تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم حکمت بھی حضور علیہ السلام کا ایک فریضہ بتایا گیا ہے۔ یعنی جس طرح قرآن کریم کے مفہوم و مطالب کو بیان کرنا حضور ﷺ کا فرض نبوت ہے۔ اسی طرح حکمت کی تعلیم دینا بھی آپ کا فرض ہے۔

یہ حکمت کیا ہے؟ قرآن بتاتا ہے کہ حکمت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے قرآن شریف کے علاوہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہے۔

۱) وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت بھی نازل کی اور سکھا دیا تم کو وہ جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔

۲) وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُنَّ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ۔

یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھروں میں آیتیں اور حکمت۔

ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا کہ جس طرح حضور علیہ السلام پر قرآن نازل ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر حکمت بھی نازل کی۔ اب یہ حکمت کیا ہے؟ جو ازواج

مطہرات کے گھروں میں قرآنی آیتوں کے علاوہ پڑھی جاتی تھی؟ وہ کیا چیز تھی جو حضور علیہ السلام ان کو قرآن کے علاوہ سناتے تھے؟ یہ حضور ﷺ کی احادیث اور سنت تھی۔ یعنی قرآن کی تشریح فرمانے کے ضمن میں حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو الفاظ قرآن کے علاوہ حضور سید عالم ﷺ کی زبانِ اقدس یا فعل و عمل سے ظاہر ہوئیں۔ وہی حدیث اور سنت ہے۔ اور اسی کو قرآن نے حکمت سے موسوم کیا ہے اور چونکہ اس آیت سے حکمت کے یاد رکھنے کا وجوب بھی ثابت ہوا۔ پھر یاد رکھنے سے اصل مقصود ہی عمل ہے تو سنت و حدیث پر عمل کا واجب و مامور ہونا بھی ثابت ہوا ہے اور جب سنت ہی کا دوسرا نام حکمت ہے اور حکمت منزل من اللہ ہے تو اس سے سنت کا منزل من اللہ اور وحی الٰہی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اسی لئے حضور سرور عالم نورِ مجسم ﷺ نے اس حکمت کو اللہ کی طرف سے دیئے جانے کی تصریح فرمائی۔

اَلاَ اِنِّی اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ۔ (ابوداؤد)

خبردار مجھے قرآن کریم عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کی مثل دی گئی ہے۔

یہ قرآن کی مثل کیا چیز تھی؟ جس کے متعلق آپ نے فرمایا "مجھے دی گئی" گویا خود بخود آپ میں وہ چیز موجود نہ تھی۔ بلکہ خدا کی طرف سے تھی۔ وہ چیز حکمت ہی تھی۔ اور حکمت سنت رسول ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی جو تشریح و توضیح حضور ﷺ فرماتے تھے۔ وہ اللہ کی وحی اور اس کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی۔ جب وہ اللہ کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی۔ تو پھر اس کا دین کا جزو اور مامور بہ ہونا بالکل ظاہر بات ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح قرآن مجید کو ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح سنت رسول کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور سنت کے بغیر فہم قرآن ناممکن ہے۔

رسول کا مرتبہ و مقام

حقیقت یہ ہے کہ منکرین حدیث دراصل منصب نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ اسی لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول کا کام صرف اللہ کی وحی کو بندوں تک پہنچا دینا ہے اور بس۔ باقی رہے اس کے اقوال و اعمال یہ دین نہیں ہیں۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں ان کے اس کافرانہ نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ رسول کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہی نہیں ہے بلکہ پیغام الٰہی کے معانی و مفہوم۔ تشریح و مطالب کو بیان کرنا بھی اس کا فرض ہے۔ رسول صرف قاصد ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ مطاع ہادی، امام مربی، حاکم مبشر، نذیر، سراج منیر صاحب حکمت، صاحب خلق عظیم، صاحب مقام محمود، مجتبیٰ، مصطفیٰ۔ مقبول مبین، شارح، معلم، حکم، مزکی، داعی الی اللہ، آمر و ناہی بھی ہوتا ہے۔

رسول کے ان اوصاف جلیلہ پر قرآن مجید کی آیات شاہد ہیں جن کی تفصیل کیلئے دفتر درکار ہے۔ تاہم چند آیات قرآنیہ یہاں درج کی جاتی ہیں جو رسول کے مرتبہ و مقام کی وضاحت کیلئے کافی ہوں گے۔

۱) مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

۱) اس آیت میں بتایا گیا کہ رسول کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو صرف اللہ کا رسول مان لیا جائے۔

۲) پھر اطاعت رسول کا حکم جہاں جہاں آیا ہے بالکل مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ فلاں امور میں تو رسول کی اطاعت کرو اور فلاں نہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ رسول ایک حاکم عام ہے جو حکم بھی وہ دے، مومنوں کو اس کا ماننا لازمی ہے۔

۲) قرآن کریم نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح ہے۔ رسول کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ

جاہل کفار کا خیال تھا جو کہتے تھے۔

هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۔

کیا یہ تم جیسا ایک بشر نہیں ہے۔ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی۔ تو تم ضرور ٹوٹے میں رہو گے۔

۳) قرآن نے جاہل کفار کے اس خیال کی تردید کر دی اور مومنوں کو یہ اطمینان دلایا کہ رسول کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں بلکہ دراصل خدا کی اطاعت ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔

۴) قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول من جانب اللہ امام اور ہادی ہوتا ہے اور ہر اختلاف اور نزاع کی صورت میں رسول کو حکم بنانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کو۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔

ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔

۵) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو تو اس میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ مسائل شرعی میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول کی طرف

رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول دونوں کو حکم بنانے کا حکم ہے۔ اگر مرجع بالکل قرآن مجید ہوتا تو فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ کہنا کافی تھا لیکن اس کے ساتھ وَالرَّسُوْلِ بھی کہا گیا جس میں صاف وضاحت ہے کہ قرآن کے بعد رسول کا طریقہ ہی مرجع ہے اور دین کے اصلی دو جزو قرآن اور حدیث ہی ہیں۔

۶) قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہلِ ایمان کیلئے فرض بلکہ شرطِ ایمان ہے۔ جو شخص رسول کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ الخ

اے رسول! تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہیں حکم نہ مان لیں۔

۷) مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے۔

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہد نبوی کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ امرا کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا و رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنا فرض ہے۔

۸) قرآن نے یہ بھی اعلان کیا کہ اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی ساری دنیا کی چیزوں سے محبوب رکھنا ضروری ہے جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین سے ہیں اور اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں۔ جب اللہ اور رسول کسی کام کی دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر

لبیک کہنا ہر مومن کیلئے فرض ہے۔

اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ۔

اگر (یہ دنیا) تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہے تو اللہ کے امر (عذاب) کا انتظار کرو۔

۹) **اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ۔**

اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں آواز دیں' تو فوراً لبیک کہو۔

۱۰) اور یہ بھی کہ مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَهُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا۔

ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ان کے درمیان فیصلہ دیں۔ تو ان کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا۔

۱۱) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کیلئے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے۔ جس طرح اللہ کی نافرمانی' گمراہی و بدبختی ہے۔ اسی طرح رسول کی نافرمانی کا حال ہے۔

مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا۔

جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پالیا۔

۱۲) **وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا۔**

جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

۱۳) قرآن کریم نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے اور اس کے ساتھ نبی کو راضی کرنا بھی ضروری بلکہ شرط ایمان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَةِ الرَّسُوْلِ۔

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو۔ تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو۔

۱۴) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

نبی زیادہ قریب ہے۔ مومنوں کی جانوں سے۔

۱۵) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری ہے۔

۱۶) قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے۔ جو اپنی خودغرضی اور منافقت کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا۔ اور رسول کی طرف آؤ۔ تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف سے۔

اس آیت میں رسول کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے۔ دیکھئے مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ تو

کتاب ہے لیکن وَاِلَی الرَّسُوْلِ یہ کتاب نہیں ہے۔ یہ تو رسول کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے۔

۱۷) قرآن کریم نے یہ بھی اعلان کیا کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر کف افسوس ملیں گے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۔ (احزاب)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

اگر رسول کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۱۸) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ رسول کی اطاعت غیر مشروط اور غیر محدود طور پر ہے۔ اس میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے اور رسول مستقل طور پر خدا کی طرح مطاع ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول کی اطاعت خدا ہی کے حکم اور اذن سے کی جاتی ہے۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی۔

یہاں اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کو اَطِیْعُوا اللّٰهَ سے ایک مستقل جملہ کی شکل میں لایا گیا ہے جس سے امر کی وضاحت مقصود ہے کہ رسول کی اطاعت بھی مستقل طور پر فرض ہے اور اگر اس کا یہ مطلب ہوتا کہ بس رسول جو کتاب لائے ہیں۔ اس کو مانا جائے تو صرف اَطِیْعُوا اللّٰهَ کہنا ہی کافی تھا۔ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

۱۹) قرآن کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول کی مستقل طور پر اطاعت اس لئے

ضروری ہے کہ رسول جو کچھ کہتا ہے۔ وہ خدا کی ہدایت اور اس کی وحی کے ماتحت کہتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اس لئے تم کو مطمئن ہو جانا چاہیے کہ رسول کی پیروی میں کسی قسم کی گمراہی اور غلط روی کا خطرہ نہیں ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی۔

تمہارے صاحب (محمد ﷺ) نہ گمراہ ہوئے اور نہ کج رو وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں۔ جو ان پر کی جاتی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی میں ھو کی ضمیر نطق رسول کی طرف لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر مَا يَنْطِقُ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول کا نطق (بولنا) خاص وحی سے ہوتا ہے اور اس میں رسول کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

قرآن کریم نے یہ تصریح اس لئے کی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دین سے متعلق رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہشِ نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لئے قرآن کریم نے وضاحت کردی کہ رسول کا نطق وحی الٰہی ہے۔ اس کی زبان سے جو نکلتا ہے خاص خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ ہی بات حضور علیہ السلام نے خود اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمائی ہے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حقًا۔ (بخاری)

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔

۲۰) قرآن کریم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی سے عارضی اور وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اس کو اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہوا اسی وقت یہ تعلق قائم ہوا اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ کا اپنے نبی سے دائمی تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل کی آیت اس امر پر دلیل ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً۔

اے محبوب! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہِ راست سے ہٹا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (کیونکہ) اللہ نے تم پر کتاب اتاری اور حکمت نازں کی اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا۔ جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیہ مبارک میں تصریح کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے۔ فضل الٰہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی مضمون کو اس آیہ مبارک میں بیان کیا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔

اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا۔

اس آیہ کا صرف یہ ہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی ﷺ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا وجود مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے۔ اس لئے نبی ﷺ کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے۔ اور نبی ﷺ دین سے متعلق جو کچھ فرماتا ہے۔ وہ منشاء ایزدی کی ترجمانی ہوتی ہے۔

ان آیاتِ قرآنیہ نے بتا دیا کہ نبی صرف پیامبر ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ امر و نہی بھی ہوتا ہے اور وہ اپنے قول و عمل سے نازل شدہ کتاب کے احکام کی جو تفسیر و تشریح اور توضیح فرماتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کی ترجمانی ہوتی ہے اور دین سے متعلق رسول کا قول و عمل قرآن کی طرح غیر متبدل اور واجب العمل ہوتا ہے۔

وحی متلو و غیر متلو

منکرین حدیث یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر جو وحی نازل کی۔ وہ قرآن میں بند ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ آپ پر کوئی اور وحی نازل ہی نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا صرف قرآن واجب العمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال دین اور شریعت نہیں ہیں لیکن ان کا ایسا کہنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اصطلاحِ شریعت میں وحی ان مطالب و معارف کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء کرام پر نازل ہوتے ہیں۔ بنیادی حیثیت سے وحی کی تین قسمیں ہیں۔ براہ راست بلا واسطہ خطاب جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔ دوسرے فرشتے کے واسطہ سے کلام جیسا کہ نزول قرآن کے باب میں ہوا۔ تیسرے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر مطالب و احکام کا قلب رسول پر نزول۔ یہ تیسری قسم ہی وہ ہے جس کی روشنی میں حضور سیّد عالم ﷺ نے دین کے بیشمار امور کی تفصیلی ہیئت و شکل متعین کی اور قرآن کے اجمال کو اس طرح مفصل کر دیا کہ اس کی تسلیم شرطِ ایمان ٹھہری۔ منکرین حدیث اسی تیسری قسم کی وحی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور دین کو قرآن تک محدود کر دینے کی غرض

سے نہ صرف اس کا انکار ہی کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کے خلاف منظم مہم چلا رہے ہیں۔ یہ لوگ اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے کہ جو قادر وقدیر خدا ہر شے پر قادر ہے اور نہ صرف گنہگار انسانوں بلکہ جانوروں تک صحیح خیالات اور درست فیصلوں کا الہام کرتا رہتا ہے اس کیلئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ جیسے چاہے قرآن کے علاوہ بھی اپنے رسول کو خصوصی رہنمائی عطا فرمائے اور قرآن کے اجمال وابہام کی صحیح ترین تفصیلات معین کرنے کیلئے اپنے رسول پر محفوظ ومعصوم افکار وہدایات کسی طرح بھی نازل فرمائے۔ اسی ربانی رہنمائی کو وحی غیر متلو سے موسوم کیا جاتا ہے یعنی وہ وحی جو قرآن کے علاوہ حضور علیہ السلام پر آئی اور یہ وحی غیر متلو صحت میں قرآن سے کم نہیں ہے اس لئے قرآن نے کہا کہ رسول جس سے روکے رُک جاؤ۔ جس کا حکم دے اس کو مان لو۔ گویا رسول کریم ﷺ کی ہر وہ بات جو آپ نے دین سے متعلق فرمائی۔ قرآن ہی کے حکم سے واجب القبول ہے۔ ظاہر ہے قرآن یہ حکم اسی وقت دے سکتا ہے جب کہ رسول کریم ﷺ کے امر ونہی میں قطعاً غلطی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ سورہ نحل کی ذیل کی آیت پر غور کیجئے۔

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ۔

اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں درختوں اور ان جگہوں میں جہاں لوگ چھت بناتے ہیں گھر بنائے۔

غور کیجئے کیا اللہ عزوجل نے شہد کی مکھیوں سے براہِ راست کلام کیا ہوگا یا فرشتہ کے ذریعہ کہلوایا ہوگا۔ ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ یہاں وہ وحی مراد ہے جو اللہ عزوجل شعور وادراک پر بلاواسطہ الفاظ وارد فرماتا ہے۔ یہ وحی مکھی تک ہی محدود نہیں بلکہ انسان وحیوان کے صدہا امور ایسے ہیں۔ جو اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ بس جس اللہ نے مکھی تک کو وحی سے نوازا اس

کیلیے آخر کیا دشوار ہے کہ اپنے آخری نبی کے قلب و ادراک پر وقتاً فوقتاً بلا واسطۂ الفاظ مطلب خاصہ و معارف معنویہ کا نزول فرماتا رہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ صرف عقلی نہیں ہے بلکہ خود قرآن کی نصوص اس کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

سورہ توبہ میں حضور ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے۔

۱) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔

ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نماز جنازہ شروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ نماز جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے۔ جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور ﷺ نے خود خطبہ دیا۔ سورہ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا

جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جا سکتی جس میں اس خطبہ کا حکم ہو۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعہ ملا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

۳) علیٰ ہذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطور حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲) **وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا۔**

جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۳) حضور ﷺ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔

جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا۔

۴) جنگ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا۔ اللہ تمہاری مدد کیلئے فرشتے بھیجے گا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا:

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ۔

اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لئے خوشخبری بنایا ہے۔

ثابت ہوا۔ حضور علیہ السلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ اس وحی (غیر متلو) سے تھی۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا۔

۵) جنگ اُحد کے بعد حضور علیہ السلام نے غزوہ بدر ثانیہ کیلئے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی۔ یہ بھی اسی کے جانب سے تھا۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا۔

۶) حضور علیہ السلام نے صدقات تقسیم کئے، اس پر منافقین نے اعتراضات کئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ظالمو! رسول کے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تقسیم جو رسول نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

۷) اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے انہیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرما لیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابہ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔

اے رسول ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

۸) حضور سرور دو عالم ﷺ نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشاء ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور مَنْ اَنْبَاَكَ آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے فوراً جواب دیا۔ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔ (قرآن) مجھے میرے علیم و خبیر رب نے بتایا ہے (کہ تم سے میرا راز افشا ہو گیا ہے) یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ

کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی۔ اور حضور علیہ السلام دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصول قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے۔ وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لے لیجئے۔ قرآن مجید صرف اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ امور کس سے معلوم کیے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔

جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو۔

ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا۔ بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کریم کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات، حرام و حلال، نکاح و طلاق۔ غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور اکرم علیہ السلام ہی کی ذات اقدس بنتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اصولی احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہی درجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کیلئے احادیث نبوی کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے۔ بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱) قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا حکم ہے۔ مگر کیا صرف قرآن مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور آدمی ان احکاماتِ قرآنیہ پر اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق عمل کر سکتا ہے؟

۲) قرآنِ کریم میں طیب چیزوں کے کھانے کا اصولی حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف

قرآن مجید سے حلال وحرام اشیاء کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل وفہم سے حرام وحلال کی فہرس بنالیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے۔ ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیاء کا یہ ہی حکم ہے۔

قرآن میں ہے۔

۳) فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔

پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا۔

دیکھئے یہ قرآن مجید کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہوگی۔

(۲) یا مثلاً ارشاد ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى۔

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

کیا صرف قرآن کریم سے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا۔ (۳) اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجئے۔ اس میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ۔

اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔

کیا صرف قرآن کریم سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ رفیقِ غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش

ہوئے تھے۔

۴) **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ۔** (سورہ توبہ)

اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے؟

۵) **وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔** (سورہ توبہ)

اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

۶) اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا۔

جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ اوّل دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں۔

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان امور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

۷) اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ۔

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

کیا صرف قرآن کریم سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن کریم میں تو ہے نہیں۔ تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کیلئے روایات واحادیث کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سنت نبوی ﷺ سے استدلال وامتثال

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنے ہر عمل وحرکت کا محور ذات نبوی ﷺ کو قرار دیا اور ہر مسئلہ اور ہر فیصلہ کا مدار حضور علیہ السلام ہی کے ارشادات کو رکھا۔ اس سلسلہ میں اگر وہ تمام واقعات پیش کئے جائیں تو اس کیلئے دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور مثال پیش کر کے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب قرآن کریم سے کسی قضیہ کا فیصلہ نہ ملتا تو آپ سنت ہی سے فیصلہ فرماتے تھے پھر اگر اس معاملہ میں ان کو سنت یاد نہ ہوتی تو صحابہ کرام سے کہا کرتے تھے کہ تم کو معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو۔ جب صحابہ میں سے کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ بتا دیتے تو اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْنَا مَنْ یَّحْفَظُ عَنْ نَبِیِّنَا۔

(تاریخ الخلفاء مصری ص ۳۱)

خدا کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کی باتیں یاد رکھتے ہیں۔

۲) صحابہ کرام کو سب سے پہلی مشکل حضور ﷺ کے جانشین کے متعلق پیش آئی کہ حضور علیہ السلام کا جانشین کس کو مقرر کیا جائے۔ اس مسئلہ کا حل بھی صحابہ نے سنت

نبوی ﷺ میں تلاش کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب خود حضور علیہ السلام نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز کیلئے امام مقرر فرمایا تو جس کو آپ نے ہمارے دین کیلئے پسند کیا ہم نے اس کو اپنی دنیا کیلئے بھی پسند کیا۔ (طبقات ابن سعد)

۳) وصالِ نبوی ﷺ کے بعد دوسرا مرحلہ حضور علیہ السلام کے دفن کا تھا۔ جب صحابہ کرام میں اختلاف آراء ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی اپنی اسی خواب گاہ میں دفن ہوتا ہے۔ جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔ یہ حدیث سن کر سب اختلافات ختم ہوگئے اور صحابہ کرام نے اپنی ذاتی آرا کو حدیث رسول ﷺ کے آگے جھکا دیا۔

۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا مشورہ دیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔

یہ ہی جواب دیگر صحابہ کرام نے دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر ہوا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو مان لیا۔ اس واقعہ سے اتنا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ہر اقدام سے پہلے سنت رسول ﷺ تلاش کرتے تھے۔

۵) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میراث طلب کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ اِنَّ النَّبِیَّ لَا یُوْرَثُ نبی کسی کو اپنے متروکات میں وارث نہیں بناتے۔ اس کے بعد فرمایا:

فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۷، بیہقی ج ۱ ص ۳۰۱)

میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے حکم میں سے کسی کو چھوڑ دوں گا تو بھٹک جاؤں گا۔

نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا عَمِلْتُهٗ۔ (مسند احمد ج ا ص ۷ ۲ منتخب کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۸)

میں حضور علیہ السلام کے اعمال شریفہ سے کوئی عمل ایسا نہ چھوڑوں گا۔ جس پر عمل نہ کروں۔

دیکھئے خلیفہ راشد سیّدنا امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو مرکز ملت بھی تھے۔ قبضۂ وراثت میں سنت نبویہ سے فیصلہ فرمایا اور قرآن مجید کی آیتِ میراث نبی کے معاملہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور سنت پر عمل کر کے یہ بتادیا کہ قرآن مجید کی آیت میں میراث کا حکم عام مسلمانوں کیلئے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں ہے اور یہ کہ اصولِ قرآن کو توضیح و تشریح صرف سنت رسول علیہ السلام ہی سے ہوسکتی ہے۔

۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر شام کی مہم پر بھیجنے کا حکم فرمایا تھا کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ اور حالات بدل گئے۔ قبائل عرب مرتد ہونے لگے جو منافق تھے وہ سازشوں میں مصروف ہوگئے۔ اجلہ صحابہ کرام کی رائے یہ ہوئی کہ ایسے نازک اور پرفتن موقع پر مرکز اسلام مدینہ منورہ سے لشکر کو علیحدہ کرنا اور مرکز کو خالی کردینا قرین مصلحت نہیں ہے۔ اس وقت تو مدینہ منورہ دارالخلافہ کو ہر طرح مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب باہر کے حالات سازگار ہوجائیں تب اس لشکر کی روانگی عمل میں لائی جائے۔ لیکن سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ حالات ناسازگار ہیں۔ مگر ماحول کے پرفتن دباؤ کے باوجود لشکر اسامہ ضرور روانہ ہوگا۔ اس لئے روانہ ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے۔ اَنْفِذُوْا جَيْشَ اُسَامَةَ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پرجوش لہجہ میں مزید فرمایا:

بخدا اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ اس لشکر کے روانہ کردینے کی بنا پر مرکز کمزور

ہو جائے گا اور درندے آ کر مجھے کھا جائیں گے۔ تو بھی حکمِ نبوی علیہ السلام کی تعمیل ضرور کروں گا۔

اِنَّمَا اَنَا مُنْفِذٌ لِاَمْرٍ اَمَرَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(منتخب کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۴)

کیونکہ میں اپنا حکم نہیں بلکہ رسول کریم ﷺ کا حکم نافذ کر رہا ہوں۔

دیکھئے ماحول کا تقاضا تھا کہ لشکر اسلام مرکز کی مضبوطی کیلئے مدینہ میں موجود رہے۔ اجلہ صحابہ کی رائے بھی یہ ہی تھی۔ مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم نبوی (حدیث) میں ذرا بھی ردوبدل نہ کیا۔

غرضیکہ اس نوع کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلفاء اربعہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہر موقع اور ہر محل پر سنت نبوی ﷺ کو مشعل راہ بنایا اور ہر حادثہ و ہر معاملہ میں سنت رسول ﷺ سے ہدایت حاصل کی۔ بلکہ سنت رسول ﷺ کے مطابق کاروبار خلافت انجام دینے کی شرط پر بیعت تک کی۔

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بایں لفظ بیعت کی۔

نُبَايِعُكَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ الْخَلِيْفَتَيْنِ۔

ہم آپ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ کتاب اللہ سنت رسول اور دونوں سابق خلیفوں کے طریقہ پر عمل کریں گے۔

قرآن حکیم نے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ پر چلنے کا حکم دیا اور فرمایا:

مَنْ يَّتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

جو مومنین (صحابہ کرام) کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کرے تو ہم اس کو اسی راستے پر چلنے دیں گے اور انجام کار اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں مومنین سے مراد یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہیں کے راستہ پر چلنے کی قرآن کریم تاکید کر رہا ہے اور ان کے خلاف چلنے والے کو جہنمی قرار دے رہا ہے اور سبیل صحابہ یہ ہی تھی کہ وہ سنت رسول ﷺ کو دین جانتے تھے دین و دنیا کے ہر مسئلہ اور ہر حادثہ میں سنت نبوی کا اتباع کرتے تھے۔

✿……✿……✿

قرآن اور صاحبِ قرآن

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری وحی ہے جو اس نے اپنے آخری رسول حضور سرورِ عالم نورِ مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمائی۔ قرآن کیا ہے؟ کیوں نازل ہوا۔ کس شان سے اس کا نزول ہوا۔ کس کا سینہ اس وحی الٰہی کا گنجینہ بنا؟ اور اس سلسلہ کے تمام امور کی نشاندہی خود قرآن نے فرمائی ہے۔

۱) تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ (الحاقہ)

اس نے اتارا جو سارے جہان کا رب ہے۔

۲) تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ۔ (حم السجدہ)

حکمت و ستائش کے مالک کی طرف سے اترا۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتَابَ بِالۡحَقِّ۔ (المائدہ۴)

ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اُتاری۔

لَا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ۔ (فصلت) حم سجدہ)

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ تَنۡزِیۡلًا۔ (دہر)

بیشک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ۔ (کہف)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن اتارا۔

كَذٰلِكَ يُوْحِىْٓ اِلَيْكَ۔ (شوریٰ)

یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔ (آلِ عمران)

اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ آپ پر (کتاب) قرآن نازل فرمایا:

نزولِ قرآن کی کیفیت

لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول رمضان میں ہوا۔ جبریل امین علیہ السلام لوحِ محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمانِ دنیا پر آئے اور فرشتوں کو املا کرایا اور فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے مطابق اپنے صحیفوں میں لکھ کر بیت العزۃ میں رکھ دیا جو آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے۔ پھر یہاں سے حسب حکمتِ الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام جتنا منظورِ الٰہی ہوا بحضور نبوی ﷺ لاتے رہے۔ علماء نے فرمایا صحفِ ابراہیم علیہ السلام رمضان کی یکم کو تورات ۲۰ کو انجیل ۱۳ کو زبور اور قرآن ۲۷ رمضان المبارک کو نازل ہوا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا۔ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک حضور ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اس کا دور فرماتے۔ جس سال حضور کا وصال ہوا اس سال دوبارہ دور فرمایا: (بخاری)

رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن نازل ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کیلئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔

بیشک ہم نے اسے (قرآن کو) برکت والی رات میں اتارا۔

نزول قرآن کی مدت ۲۳ سال

عامہ مفسرین کے نزدیک اس شب سے شب قدر مراد ہے جو رمضان کے آخری عشرہ کی ایک طاق رات ہے۔ شبِ قدر میں قرآن پاک بتمامہ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اتارا گیا۔ پھر وہاں سے حضرت جبریئل علیہ السلام تیئس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ سب سے پہلے وحی سورہ اقراء کی پانچ آیتیں ہیں۔ تکمیل قرآن کی مدت ۲۳ سال ہے۔

قرآن حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ حضور اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا نامِ نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

۱) اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔

بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں

۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

پھر یہ وحی بڑی عظمت والی تھی۔ کلام الٰہی تھا۔ اس کے جلال کا یہ عالم تھا کہ خود قرآن نے اعلان کیا۔

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا۔ (مزمل)

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

وحی الٰہی کا جلال اور عظمت

وحی الٰہی کے جلال وعظمت کا یہ عالم تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو حضور ﷺ کی جبین اقدس پسینہ سے تر اور چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا۔ اونٹنی پر جلوہ فرما ہوتے تو اونٹنی

بیٹھ جاتی۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی کہتے ہیں۔ میری ران حضور ﷺ کا تکیہ تھی کہ وحی آنے لگی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

(بخاری)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ (الحشر)

یعنی قرآن کا جلال اور اس کی عظمت وشان ایسی ہے کہ پہاڑ کو اگر ادراک ہوتا تو باوجود اتنا سخت ومضبوط ہونے کے پاش پاش ہو جاتا مگر سبحان اللہ حضور ﷺ کا قلب اقدس وحی جیسی پر عظمت وجلال چیز کا متحمل ہوا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ۔ (شعراء ۱۴۱)

تو اس (جبرئیل) نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا۔ اسے روح الامین لے کر اترا۔

اللہ عزوجل کی آخری وحی (قرآن) کا مورد ومہبط، حضور ﷺ کا پاک ومنزہ قلب اور اس کی جلوہ گاہ آپ کا سینۂ اقدس تھا اور وحی لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جن کو الروح الامین (امانت وارواح) فرمایا گیا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو بحضور نبوی تقریباً چوبیس ہزار مرتبہ باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ حرا کے مقدس غار میں حضور ﷺ مراقبہ حق میں تھے کہ جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ عرض کی اِقْرَاْ (پڑھیے)

سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ○ پڑھو اپنے رب کے پیارے نام کے ساتھ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

حضور علیہ السلام جبریل امین کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی

فرماتے تھے۔ جلد جلد پڑھتے۔ زبانِ اقدس کو حرکت دیتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ آپ جلدی نہ کیجئے۔ قرآن کریم کا آپ کی زبان پر جاری کرنا آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا۔ آپ کو یاد کرانا اور قرآن کریم کے معنی و مفہوم اور اس کی باریکیوں کا آپ پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○ (القیمہ)

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کریم کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں۔ اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی مشقت گوارا نہ فرمائی۔ قرآن پاک کا سینہ نبوی ﷺ میں محفوظ کرنا اپنے ذمہ کرم پر لے لیا۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ السلام وحی کو باطمینان سنتے اور جب تمام ہو جاتی تب پڑھتے۔

حضور ﷺ کا علم نسیان سے پاک ہے

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور ﷺ کو قرآن پاک یاد کرایا اور اس شان سے کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ہم تمہیں پڑھائیں کہ تم بھولو گے نہیں۔

اس آیت میں حضور ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ آپ کو حفظ قرآن کی نعمت بے محنت عطا فرمائی اور اتنی بڑی عظیم کتاب بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار و درد کے آپ کو حفظ ہو گئی اور اس شان سے ہوئی جو بھول چوک اور نسیان سے پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا اور اس کے اسرار کی تعلیم دی

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا (نساء)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ○

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا اور ان کو قرآن کا بیان سکھایا۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن پڑھایا۔ نہ صرف پڑھایا بلکہ اس کے اسرار و رموز کی تعلیم سے بھی حضور ﷺ کو نوازا اور جو چیز بھی حضور ﷺ کے علم میں نہ تھی سب سکھا دی اور قرآن کی پوری تفسیر حضور ﷺ کو عطا فرما دی۔

قرآن حضور ﷺ کا معجزہ کامل ہے

قرآن کریم، اسلام کی صداقت وحقانیت کا نشان ہے۔ معجزہ ہے زندہ معجزہ حسی و معنوی معجزہ حضور ﷺ کو پیش گاہ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے۔ ان سب سے بڑا سب سے افضل و اکرم اور سب سے اعظم معجزہ قرآن مجید ہے۔ کفار نے جب معجزہ طلب کیا تو ان سے کہا گیا کہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ۔ (عنکبوت)

دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقتی و عارضی تھے۔ اب صرف ان کا ذکر باقی ہے لیکن حضور ﷺ کا معجزہ، قرآن دائمی ابدی معجزہ ہے اور اس کے اثرات و برکات بھی قیامت تک لوگ کھینچتے رہیں گے۔

قرآن حضور ﷺ کا لازوال معجزہ ہے

دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقت پر عارضی طور پر ظاہر ہوئے لیکن حضور سرور عالم ﷺ کا معجزہ قرآنِ مجید قیامت تک دنیا میں قائم رہے گا۔ قرآن چونکہ حضور ﷺ کا دائمی لازوال معجزہ ہے۔ اس لئے اس کا اثر بھی ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا۔ جس قدر انبیاء کرام کو معجزات ملے کسی پر اللہ تعالیٰ نے چیلنج نہیں دیا لیکن قرآن حضور ﷺ کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تحدی کی ہے۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ (بقرۃ)

تو قرآن جیسی ایک ہی سورۃ لاؤ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی پیش گوئی فرمادی کہ اگر جن و انسان مل کر بھی چاہیں کہ قرآن جیسا بنالائیں۔

لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل)

تو نہیں لاسکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر کیوں نہ ہوں۔

قرآن کی مثل لانا ناممکن و محال ہے

قرآن کے وجوہِ اعجاز کے بیان کیلئے دفتر درکار ہے۔ نظمِ قرآن کی فصاحت و بلاغت، کلام کی شیرینی، نمکینی تاثیر اور تسخیر اسلوب کا اندازِ جدید دلوں کی باتوں کا اظہار، پیش گوئیاں جو انسانی قوت سے باہر ہیں۔ اوّل سے آخر تک نظم قرآن کا ایک ہی نوعیت کا ہونا، حضور سید عالم ﷺ جو اُمّی ہیں۔ ان کی زبانِ اقدس سے ایسے کلام بلاغت نظام کا ظاہر ہونا۔ اس کی غیر معمولی تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر، قرآن کے احکامات، تعلیمات اور ارشادات اس کی یکسانیت عدم اختلاف دعویٰ مستحکم، بات مدلل ایسی کہ جسے توڑا نہ جاسکے۔ یہ سب قرآن مجید کے معجزہ کامل ہونے کی وجوہات ہیں اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس صوتِ سرمدی کے سامنے زبان اور شعراء آتش بیان خطباء قادر الکلام ادبا عرب وعجم کے فصحا' بلغاء اور حکماء کی زبانیں گنگ ہوگئیں۔

قرآن کریم نے حاسدوں' دشمنوں' معاندوں اور روئے زمین کے جنوں او انسانوں کو چیلنج کیا اور اپنے مقدس رسول سے فرمایا کہ تم اعلان کردو۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ۔ (بنی اسرائیل)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لا سکیں گے۔

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ (طور۲)

اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ۔ (ہود)

تم فرماؤ تو ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

(بقرہ۳)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورہ تو لے آؤ۔

اللہ اکبر فصحاء و بلغا کو چیلنج ہے کہ پورے قرآن کریم کی بجائے دس سورتوں کا ہی جواب لاؤ۔ شاعروں اور ادیبوں کو للکارا جا رہا ہے کہ دس کی بجائے ایک ہی سورہ کی مثل لے آؤ۔ دشمنوں' معترضوں اور معاندوں کو بھیڑ ہے مطالبہ ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو اور اگر اکیلے جواب دینے کی طاقت نہیں ہے تو تمام جن وانس کو جمع کر کے اس چیلنج کا جواب دو۔

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ (بقرہ)

اور خدا کے سوا تمام گواہوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

مگر سب اپنی اپنی جگہ انگشت بدنداں حیران و پریشاں ہیں۔ کفر نے مجتمع ہو کر جب سے لے کر اب تک لاکھ جتن کیے مگر قرآن کی مثل لانے میں ناکام رہے اور ناکام رہیں گے۔ قرآن نے کفر کی ناکامی کا اعلان بھی پہلے ہی کر دیا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ (بقرہ)

پس اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

الغرض یہ ہے قرآن کا اعجاز اور اس کی شان۔ یہ مقدس کتاب اللہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی مثل لانا محال اور ناممکن ہے اور یہی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

قرآن ایک محفوظ کتاب

قرآنِ مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے جس کی مثال ناممکن ہے۔ توریت، زبور، انجیل اور دیگر کتبِ سماویہ تحریف زیادتی اور نقصان سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صرف اور صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (نحل)

بیشک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔

اس آیت میں اور دوسری آیت میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور بار بار اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ۔ (انبیاء)

یہ ذکر مبارک ہے جسے ہم ہی نے نازل کیا۔

جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ہے۔ اس میں زیادۃ ونقصان ناممکن اور محال ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت مخلوق کے ضعیف کندھوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس لئے تاکید کے ساتھ فرمادَوَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ[1] دار ہیں اور حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا ہر قسم کی زیادت ونقصان سے محفوظ رہنا قرآن واسلام کی حقانیت و صداقت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ آپ غور کیجئے دنیا میں آسمانی کتابیں تغیر وتبدل اور تحریف سے بچ نہیں سکیں۔ لیکن پوری کائنات میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو آج تک اس داغ سے پاک ومنزہ ہے۔ دنیا میں واقعہ کی شہادت ایک زبردست شہادت سمجھی جاتی ہے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں آج تک کوئی ترمیم اور تحریف نہیں ہوئی تو یہ بات اس کی حفاظت کی ایک مستقل اور بدیہی دلیل ہے۔ یہ ہی دیکھ کر سرولیم کو کہنا پڑا۔

"جہاں تک ہمارے معلومات ہیں۔ دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی طرح (قرآن کی طرح) بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"۔

(دیباچہ لائف آف محمد ﷺ)

قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کرسکتی

جو کتاب اس طرح محفوظ رہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس میں کمی بیشی نہ پیدا

---

(۱) قرطبی متوفی ۶۷۱ ابوبکر انباری سے ناقل ہیں کہ جو شخص قرآن کریم میں زیادت ونقصان کا قائل ہو وہ کافر ہے کیونکہ آیت اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ قرآن کریم زیادت ونقصان سے پاک ہے لہٰذا جو شخص تحریف قرآن کا عقیدہ رکھے وہ بلاشبہ اس آیت کا منکر اور کافر ہے۔

(مقدمہ تفسیر ص ۷۳)

کر سکے۔ وہ یقیناً خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے اور بلا کسی تردد کے پوری کائنات کو یہ چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی کتاب ایسی محفوظ دکھلاؤ جس میں خدائی کتاب ہونے کے دعوے کے باوجود کسی تحریف وتبدیلی کو راہ نہ ملی ہو۔ ظاہر ہے کہ اس شان کی کتاب سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نہیں دکھائی جا سکتی۔

قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے

آیاتِ بالا سے واضح ہوا کہ قرآنِ مجید جس مقام سے متحرک ہوا وہ ایک لوح محفوظ تھی جس راہ سے گذرا وہ ایسی محفوظ تھی کہ باطل نہ آگے سے آسکے اور نہ پیچھے سے جس کی معرفت آیا وہ ایک امین روح اور معصوم شخصیت تھی جس کی دیانت وامانت میں باطل کی آمیزش محال ونا ممکن اور جس ہستی مقدس پر نازل ہوا وہ ایک معصوم نوری پیکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر اتم تھا جس کی حفاظت ونگرانی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (مائدہ ۱۲۷)

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔

اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ (اسراء)

سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں (کہ آپ پر دسترس پائیں)

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا۔ (طور ص ۲)

اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

کتاب وصاحب کتاب دونوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ جس رسول مکرم کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا اعلان فرما کر اس کی ذات اقدس نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور جس کتاب کو آخری کتاب

بنایا۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ سے اس کی ابدی حفاظت ونگرانی کا اعلان فرمادیا۔ اب نہ خاتم النبیین کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ ان پر نازل کردہ کتاب' قرآن کریم میں کسی قسم کی زیادتی ونقصان تحریف وتبدیل راہ پاسکتی ہے۔

قرآن میں زیادت ونقصان ناممکن ہے

امام قرطبی نے حفاظتِ قرآن پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ کا ارشاد لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ الخ اس امر پر دلیل ہے کہ قرآن کریم انسانی طاقت سے باہر ہے اور جب قرآن میں زیادت ونقصان ممکن ہوا تو یہ مقدور بشری قرار پائے گا۔ پھر معجزہ کہاں رہے گا۔ لہٰذا جو شخص قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہوگا۔ وہ درحقیقت اس کے معجزہ ہونے کا منکر ہے۔ آیت الرا کِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ' میں آیاتِ قرآنیہ کے محکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ نہ کوئی اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے اور اس کا مثل بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جو قرآن کے منحرف ہونے کا قائل ہوگا وہ اس آیت کا بھی منکر قرار پائے گا۔

حفاظت نبوی ﷺ

ابتداء میں جب حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ الخ نازل ہوئی تو آپ نے پہرہ والوں سے فرمایا۔ واپس ہو جاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا فرض اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ (ترمذی) چنانچہ یہ وعدۂ حفاظت ہزارہا مشکلات وخطرات کے باوجود پورا ہوتا رہا اور یہ بات ایک مستقل معجزہ ہے کہ ہنگاموں' فتنوں' سازشوں اور بے پناہ مشکلات کے عالم میں حضور ﷺ نے اپنے فرض نبوت کو باحسنِ وجوہ انجام تک پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت فرمائی ایسے ہی حضور ﷺ کے جسم اطہر اور آپ کے اسوہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔ اس موقعے پر ایک بات جو خصوصی طور پر مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات، جن میں حضور ﷺ کی حفاظت کا ذکر ہے یہ حفاظت صرف حضور ﷺ کے ظاہری جسم اقدس کے ساتھ خاص نہ سمجھی جائے بلکہ اس کا تعلق ظاہری جسم کے ساتھ ساتھ اس پیکر حسن کے خصائص، برکات، فضائل، اقوال و افعال، کردار، صورت و سیرت سے بھی ہے اور مذکورہ بالا آیات سے بطریق اشارۃ النص یہ واضح ہے کہ جیسے اللہ نے حضور ﷺ کے ظاہری جسم کی ہر نازک سے نازک موقع پر حفاظت فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے خصائص و برکات، سیرت و کردار کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ذات کو اپنی حفاظت میں لے لیا تو حضور ﷺ کی صفات بھی اللہ کی حفاظت میں آ گئیں کیونکہ صفات ذات سے علیحدہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کا پورا نقشہ اور آپ کی سیرت طیبہ کا ہر گوشہ محفوظ طریقہ سے امت تک پہنچا ہے۔ روزِ قیامت تک حضور ﷺ کی سیرت محفوظ رہے گی۔ اسی لئے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

لَقَد كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تمہارے لئے رسول کریم ﷺ میں بہترین نمونہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک قیامت تک انسانوں کیلئے ابدی نمونہ جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و صورت، اقوال و اعمال محفوظ شکل میں دنیا کے سامنے ہوں اور یہ حفاظت خداوندی کا نتیجہ ہے کہ آج عیسیٰ و موسیٰ ایسے جلیل القدر انبیاء دیگر مذہبی شخصیتوں کی سیرت و صورت پر پردے پڑے ہوئے ہیں مگر کائنات میں صرف ایک ہی وجودِ نوری ہے کہ جس کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ ہے اور پوری دنیا کیلئے روشنی کا مینار ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے حضور اکرم ﷺ کا وجود قدس اللہ کی

نگرانی میں ہے۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا

علوم قرآن

قرآنِ کریم تمام علوم کا جامع ہے۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں اوّلین وآخرین کی خبریں ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْئٍ۔

ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز چھوڑ نہیں دی۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْئٍ۔

ہم نے تم پر کتاب اُتاری جس میں ہر شے کا بیان ہے۔

لفظ ’’کل شیئ ‘‘ اور ’’من شیئ ‘‘ بتا رہا ہے کہ قرآن میں ہر شئے کا مفصل روشن اور واضح بیان ہے۔ شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ لوحِ محفوظ بھی ایک شئے ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں لوحِ محفوظ کے تمام مکتوبات بھی ہیں۔ رہی یہ بات کہ لوحِ محفوظ میں کیا ہے؟ تو اس کا جواب بھی قرآن ہی سے لیجئے۔

کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔

لوحِ محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

کُلَّ شَیْئٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔

ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی۔

وَلَاحَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَایَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔

زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ تر و خشک نہیں جو ہم نے ایک روشن کتاب میں نہ لکھ دیا ہو۔

مفسرین کی اکثریت نے کتابِ مبین اور امامِ مبین سے لوحِ محفوظ کو مراد لیا ہے اور اگر کوئی صاحب اس سے اختلاف کریں تو لامحالہ کتابِ مبین اور امامِ مبین سے قرآن

ہی کو مراد لینا ہوگا لیکن یہ بات از روئے قرآن غلط اور واقع کے خلاف ہوگی کیونکہ قرآن کے لوحِ محفوظ میں محفوظ و مسطور ہونے کی تصریح خود قرآن نے کی ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔ (بروج)

بلکہ وہ کمال و شرف والا قرآن ہے۔ لوح محفوظ ہیں۔

قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے

نکرہ جب حیز نفی میں ہو عموم کا فائدہ دیتا ہے اور لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ نیز عام استغراق کا فائدہ دینے میں قطعی ہے۔ قرآن کی نصوص ہمیشہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہوا کرتی ہے۔ ظاہری معنیٰ میں تخصیص و تاویل کی بلا دلیل شرعی اجازت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ حدیث احاد خواہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بہر حال امام مبین اور کتابِ مبین سے خواہ لوحِ محفوظ مراد لیجیے یا قرآن، ہر طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن علم و معرفت کا خزینہ حقائق و معارف کا گنجینہ، علوم اوّلین و آخرین کا مخزن، واقعاتِ ماضیہ و آئندہ کا معدن ہے۔ غرضیکہ ہر چیز اور ہر شے کا قرآن میں روشن، واضح اور مفصل بیان ہے۔ کائناتِ ارضی و سماوی میں جو کچھ ہوا ہوگا، ہر بات قرآنِ مجید میں مندرج ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں فرمایا جو چاہو مجھ سے پوچھو میں تمہیں کتاب اللہ سے اس کی خبر دوں گا۔ ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر ابن مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک روز فرمایا کہ جہان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں نہ ہو۔ اس پر ان سے کہا گیا۔ سراؤں کا ذکر کہاں ہے فرمایا۔ اس آیت میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ۔ اس آیت میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ کے معنی سرائے کے ہیں۔

توریت

ضخامت میں اتنی بڑی ہے کہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو یاد نہیں لیکن قرآن باوجود اختصار کے سب آسمانی کتابوں سے اعظم واکمل وافضل واجمل ہے۔

حضور ﷺ ہی قرآنی علوم ومعارف کے عالم ہیں

ان تمام مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوا۔ قرآن وحی الٰہی ہے۔ ہدایت وموعظت کا مجموعہ۔ حقیقت ومعرفت کا خزینہ۔ علومِ اوّلین وآخرین اور لوح محفوظ کے مکتوبات کا گنجینہ ہے۔ قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے خواہ اس کا تعلق آسمان کے طبقات سے ہو یا زمین کی گہرائیوں سے۔ حالاتِ ماضیہ سے ہو یا واقعات موجودہ وآئندہ سے‘ عالم امر سے ہو یا عالم شہادت سے غرضیکہ ہر چیز ہر شے کا قرآن میں بیان ہے......اور یہی گنجینہ علم ومعرفت اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ پر نازل کیا۔ آپ کا قلب مطہر وسینہء اقدس اس عظیم وجلیل وحی (قرآن) کا مخزن بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن یاد کرایا‘ سکھایا‘ پڑھایا۔ قرآن کے الفاظ اور اس کے معنیٰ ومفہوم واسرار ورموز کی آپ کو تعلیم دی۔ قرآن کے حقائق ومعارف احکام ومسائل اور اس کے اصول وجزئیات کی شرح وتفسیر کا علم آپ کو عطا فرمایا۔

اس لئے پوری کائنات میں حضور ﷺ سے زیادہ کوئی عالم نہیں۔ حضور ﷺ کے علم کی کوئی حدوغایت نہیں۔ غیب وشہادت سب کے حضور ﷺ عالم ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم حضور ﷺ کے سینہ میں ہے پڑھانے والا رب العالمین ہے۔

خدا نے کیا ان کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی وجلی ہے

قرآن کی تفسیر وتوضیح کا حق صرف حضور ﷺ کو ہے

مذکورہ بالا آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب قرآن کریم کے اسرار ورموز

اللہ تعالیٰ نے صرف حضور ﷺ کو تعلیم فرمائے تو قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح کا حق صرف اور صرف حضور ﷺ ہی کو حاصل ہے۔ حضور ﷺ کے علاوہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اجمال کی تبیین اور احکامِ قرآنیہ کی توضیح کرے۔ قرآن کریم کے ساتھ حضور ﷺ کو نازل کرنے میں حکمت الٰہی اور مرضی الٰہی یہ ہے کہ لوگ اپنے طور پر نہیں اپنی رائے اور اپنے قیاس سے نہیں بلکہ رسول ﷺ کے بیان وشرح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ خود قرآن مجید نے قرآن کے ساتھ رسولِ کریم ﷺ کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل کیا تاکہ آپ خوب کھول کر بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ (نساء)

اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح اللہ تمہیں دکھائے۔

اپنے اسی منصب کو بیان کرتے ہوئے حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔

جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

---

(۱) یعنی علومِ خمسہ علمِ ماکان وما یکون۔ سب ظاہر وباطن خشک وتر، صغیر وکبیر غیب وشہادت سب لوحِ محفوظ میں مندرج ہے اور لوحِ محفوظ کے تمام علوم قرآنِ مجید میں ہیں اور قرآنِ مجید حضور خاتم النبیین علیہ السلام کے سینۂ اقدس میں ہے جس سے واضح ہوا۔ ہمارے نبی کریم ﷺ ہر شے اور ہر چیز کے عالم ہیں۔ اسی لئے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو مخاطب بنا کر عرض کی۔

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ لوح وقلم کا علم آپ کے علم کا ایک ٹکڑا ہے۔

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اَلْمِرَاءُ فِی الْقُرْاٰنِ کُفْرٌ۔ (احمد)

قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

مَنْ قَالَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ بِرَاْیِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاءَ۔ (ابوداؤد)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اور ٹھیک کی اس نے غلطی کی۔

سیّد المتقین امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آیہ وَفَاکِھَۃً وَّاَبًّا کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اَیُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِیْ وَاَیُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِیْ اِذَا قُلْتُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ (خازن ج ۱ ص ۵)

کون سا آسمان سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین مجھے پناہ دے گی۔ اگر میں اللہ کی کتاب کی بغیر علم کے تفسیر کروں۔

الغرض ان آیاتِ بینات نے بتا دیا کہ دین اسلام کا مرکز ومحور حضور ﷺ کی ذاتِ پاک ہے۔ قرآن کی تشریح، توضیح، تفسیر اور ترجمانی کا حق صرف حضور ﷺ کو ہے۔ محض اپنی رائے سے تفسیر کرنا حرام ہے، گمراہی ہے اور یہ کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے قرآن پاک کی اپنے عمل و کردار، اقوال و عمل سے جو تفسیر فرمائی وہ اللہ کی نگرانی و نگہبانی میں فرمائی ہے۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا یعنی قرآن حفاظت الٰہی میں ہے۔ ایسے ہی قرآن کی جو تفسیر حضور ﷺ نے فرمائی اس کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ ہی فرما رہا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہی تھا کہ وہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت اور حضور ﷺ کے ایک ایک ارشاد پر خوب غور و تدبر کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ سے دس آیتیں سمجھتے تھے تو جب تک ان کی علمی و عملی حقیقت کو نہیں جان لیتے تھے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اسی بناء پر جنابِ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا تو ہماری نگاہوں میں بڑا ہو جاتا تھا۔ (مسند احمد)

میلاد النبی ﷺ

اگر حضور اکرم شفیعِ اعظم فخرِ آدم و بنی آدم حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت و بعثت پر محبت و عقیدت سے غور کیا جائے جو پروردگار عالم کا سب سے بڑا فضل و اکرام ہے جس کے صدقہ اس کی ساری خدائی ظہور میں آئی اور اپنی اس عظیم الشان نعمت و رحمت کے طفیل اس نے اپنے بندوں کو بیشمار احسانات، اکرامات اور انعامات سے نوازا تو اس نعمت سراپا برکت کے ذکر و بیان کیلئے مجلس و محفل کی معقولیت اور اس کا محمود و پسندیدہ ہونا نہایت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر بعض آیاتِ قرآنی پر بھی غور و خوض کیا جائے تو میلاد شریف کیلئے ہر مناسب اہتمام کا جائز بلکہ مستحب ہونا آفتاب سے بھی کہیں زیادہ روشن معلوم ہوگا۔

اس حقیقت سے ہر شخص باخبر ہے کہ خدا کا سب سے بڑا فضل اور اس کی سب سے بڑی نعمت رسولِ اکرم نورِ مجسم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ اور بعثتِ طیبہ ہے اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسرت و شادمانی کے اظہار کا نام عید میلاد النبی ﷺ ہے جو حقیقت میں مومنوں کی حقیقی عید ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام عیدیں اسی صبح عید کی مرہونِ منت ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ۔

انہیں خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ۔

۱) اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔

۲) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (یونس ۵۸)

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کرو۔

۳) وَذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔

اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اس کا ذکر کرو۔

قرآنِ حکیم اور میلاد

قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن میں متعدد انبیاء کے حالاتِ زندگی، ان کی ولادت، ان کی سیرت وصورت، ان کے کارنامے، ان کے فضائل ومناقب کا ذکر فرمایا ہے۔

۱) حضرت آدم کا پیدا ہونا، ان کا جنت میں قیام، دانہ گندم کھانا، فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا، فرشتوں کا ان کی پیدائش پر سوال کرنا، پھر ان کا زمین پر آنا۔

۲) حضرت نوح علیہ السلام کے مصائب، ان کی تبلیغی سرگرمیاں، ان کے کارنامے، پھر ان پر کتنے افراد ایمان لائے، ان کا دعا کرنا، طوفان کا آنا، کشتی بنانا وغیرہ۔

۳) حضرت سلیمان وداؤد علیہما السلام کی حکومت وسلطنت، ان کا جاہ وجلال، ہوا پر حکومت، جنوں کا تابع ہونا، پہاڑوں اور پرندوں کا ان کیلئے مسخر ہونا، لوہے کا نرم ہونا۔

۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، نمرود سے مقابلہ، آپ کا پرندوں کو زندہ کرنا، کعبہ بنانا، خواب دیکھنا، سیدنا اسمٰعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیلئے دعا کرنا۔

۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کی شیرخوارگی کے حالات، ان کی پرورش، ان کا بکریاں چرانا، نکاح کرنا، نبوت ملنا، فرعون سے مقابلہ، کوہ طور پر جانا، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا۔

غرضیکہ قرآن میں انبیاء کرام کے حالات' سیرت و کردار اور ان کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حضور نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت اور ان کی سیرت و صورت کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے میلاد خواں ہیں

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کے سامنے حضور ﷺ کے فضائل و مناقب اور آپ کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ تعمیر فرما رہے تھے اس وقت آپ نے دعا مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً۔ (البقرہ ۱۲۹)

الٰہی ان میں ایک عظیم الشان رسول کو مبعوث فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَكَانَ اٰخِرُ مَنْ بَشَّرَنِیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ۔

(ابن عساکر)

میں اپنے (ظاہری) باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی، وہ عیسیٰ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُهٗ اَحْمَدُ۔ (الصف)

میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے کیلئے آیا ہوں جس کا نامِ نامی احمد ہے۔

اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائضِ نبوت کا ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کردیں کہ میرے بعد خاتم

النبیین تشریف لا رہے ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سنانے کیلئے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت مسیح کلمۃ اللہ کو مبعوث فرمایا

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور پھر عہد بھی ایسا پختہ اور مضبوط کہ فرمایا:

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ۔ (آل عمران ۸۱)

کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ (انبیاء کرام) نے عرض کی ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہدِ ربانی کے بعد حضرات انبیاء کرام حضور ﷺ کے ذکر جمیل سے رطب اللسان رہتے ہیں اور آپ پر ایمان لانے کا اپنی امتوں سے عہد لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قدیم سے امتیں حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کرتی تھیں اور آپ کے توسل سے دشمنوں پر فتح چاہتی تھی۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرہ ۸۹)

(حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل لوگ) حضور ﷺ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ آیت لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ تمام انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور ﷺ کی امت ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء کرام سے ہوتی ہے وہی نسبت انبیاء کرام کو حضور سید المرسلین ﷺ سے ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱ ج ۴)

سبحان اللہ! لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور انبیاء کو یہ حکم ہے کہ میرے آخری رسول پر ایمان لاؤ۔ ان کا چرچا کرو۔ انہیں کے گیت گاؤ۔ کیونکہ یہ اصل الاصول اور مقصودِ اصلی ہیں اور تم سب تابع اور طفیلی۔

غرضیکہ تمام انبیاء کرام حضور سرورِ کائنات ﷺ کے میلاد خوان رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور ﷺ آنے والے ہیں اور ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا دامن تھام لو۔ انہیں کے ہو رہو۔ خدا تمہارا ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ میلاد سنت انبیاء بھی ہے۔

حضور ﷺ نے خود اپنا میلاد پڑھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن دربارِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ قریش کی طرف سے کوئی ناگوار بات حضور ﷺ تک پہنچی جس پر حضور پرنور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا۔

(مشکوٰۃ فضائل النبی، ترمذی)

پھر آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین مخلوق میں پیدا کیا۔ پھر اس مخلوق کے دو حصے کئے۔ مجھے بہترین مخلوق میں بنایا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کئے۔ مجھے بہترین قبیلہ میں بنایا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے۔ مجھے سب سے بہتر خاندان بنی ہاشم میں بنایا۔

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا۔ (ترمذی)
تو میں نفس اور بیت کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ

الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش بنی آدم کے اس خاندان میں فرمائی جو ہر زمانہ میں بنی آدم کی جماعتوں میں افضل رہا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ خود اپنی ولادت اور اپنے اوصافِ عالیہ کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں جس سے واضح ہوا کہ میلاد پڑھنا خود حضور اکرم ﷺ کی بھی سنت ہے۔

مجلس میلاد کیلئے فرش و منبر کا اہتمام

ذکرِ رسول کی مجالس کے اہتمام وانتظام کے جواز پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے صدیوں کے تعامل اور علماء کرام ومشائخِ عظام بلکہ خود رسالت مآب ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ایک دلیلِ واضح ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْهِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ یَنَافِحُ وَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُؤَیِّدُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد میں منبر قائم فرماتے تھے۔ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر حضور ﷺ کی طرف سے مدافعت اور مفاخرت کرتے۔ حضور ﷺ فرماتے۔ بیشک اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک وہ رسولِ خدا ﷺ کی جانب سے مدافعت اور مفاخرت کرتے ہیں۔

اس حدیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے۔ مثلاً

۱) حضور ﷺ کے ذکر پاک کیلئے آپ کی تعریف وتوصیف بیان کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا۔

۲) حضور ﷺ کے ذکر کی مجلس کیلئے منبر رکھنا۔

۳) حضور ﷺ کے ذکر پاک کی تعظیم وتوقیر کیلئے اہتمام کرنا۔

۴) حضور ﷺ کے ذکر پاک کی مجلس میں فرش بچھانا۔

۵) اس مجلس میں حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف منبر پر چڑھ کر بیان کرنا۔

۶) اس مجلس میں جب تک بیان کرنے والا حضور ﷺ کے ذکر پاک کی یہ مجلس اللہ ورسول کو مقبول کرے گا۔

۷) حضور نبی کریم ﷺ کے ذکر پاک کی یہ مجلس اللہ ورسول ﷺ کو مقبول و محبوب ہے۔

لہٰذا اس حدیث سے وہ تمام امور ثابت ہو گئے۔ جو اپنی ذات میں جائز ہیں اور محفل میلاد مروجہ میں باعث زینت اور سبب شوکت ہوتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذکر مفاخرت ومدافعت کیلئے (جس میں آپ کے فضائل ومناقب اور آپ کی صداقت وحقانیت کا بیان ہوتا تھا۔ جو بلاشبہ میلاد شریف کے ہم معنی ہے) حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر قائم فرمایا تھا۔ پھر یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ مسجد جو خود پاک اور صاف ہوتی ہے۔ جس میں فرش اور منبر کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ نے منبر قائم فرمایا اور یہ کہ جناب رسول اللہ شافع یوم جزا ﷺ خود تو چٹائی یا فرش پر تشریف رکھیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ آپ کے خادم اور مرتبہ کے لحاظ سے غلام ہونے کے باوجود ان کو حضور ﷺ منبر پر جگہ عنایت فرمائیں۔

کیا اس سبق آموز حقیقت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اہتماماً اور انتظاماً منبر کو قائم فرمایا تھا۔

روایت مذکورہ جہاں صراحۃً منبر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے' وہاں فرش وغیرہ اور مجالس کی جائز زیبائش کو بھی دلالت النص اور اشارۃ النص سے ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں جب علمائے دیو بند بھی ذکر ولادت کو سنت و مستحب کہتے ہیں اور اس کو باعثِ خیر و برکت جانتے ہیں' تو اس کے ذکر کیلئے فرش و روشنی کا جائز ہونا نہایت بدیہی چیز ہے۔

پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت تھی۔ ان کی زبانیں ہمیشہ ذکر رسول ﷺ میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک حرکت اور سکون کو ذہن میں رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ سیرت محمدیہ و احادیثِ نبویہ کا جو ذخیرہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی بدولت ہمیں ملا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے ہمیں بتایا کہ حضور ﷺ کی ولادت سے قبل دنیا کیا تھی اور آپ کی ولادت کے بعد کیا ہو گئی۔ انہیں سے ہمیں حضور ﷺ کی سیرت و صورت آپ کے افعال و اعمال کی کیفیت و نوعیت کا حال معلوم ہوا۔ جو آج ہمارا دین اور شریعت ہے۔

غور فرمائیے کہ میلاد کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت و صورت فضائل و مناقب' منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں ملائکہ میں' انبیاء میں آپ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو دنیا میں آپ کی آمد کا ڈنکا بج گیا اور جبکہ آپ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں   ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمد ﷺ

اذان کے بعد بھی درود پڑھا جائے پھر دعا کی جائے

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُوَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف باب فضل الاذان)

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت ہے۔ حضور رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ جب تم موذن (کی اذان) سنو۔ تو تم بھی وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

✿……✿……✿

ردائے نبوی ﷺ

(مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

مصطفیٰ ﷺ روزے بگورستاں برفت   با جنازہ یارے او یاراں برفت

حضورِ اکرم ﷺ ایک دن اپنے ایک صحابی کے جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔

چوز گورستاں پیغمبر باز گشت   سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت

جب حضورِ اکرم ﷺ قبرستان سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے اور راز کی باتیں فرمانے لگے۔

چشم صدیقہ چوبر رویش فتاد   پیش آمد دست بروے می نہاد

جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور آپ کے چہرہ کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگیں۔

برعمامہ روئے او وموئے او   برگریبان و بربازوئے او

آپ کی دستار مبارک اور آپ کے چہرہ اور بال اور گریباں اور پہلوؤں اور بازوؤں پر بھی (ہاتھ رکھ کر دیکھا)

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب   گفت باراں آمد امروز از سحاب

حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا تم (یوں) جلدی جلدی کیا دیکھتی ہو۔ عرض کیا۔ آج بادل سے مینہ برسا ہے۔

جا مہایت مے بجوئم در طلب   تو نے بینم زباراں اے عجب

آپ کے کپڑوں کو ٹٹولتی ہوں (مگر) تعجب ہے کہ میں ان کو بارش سے تر نہیں پاتی۔

گفت چہ برسر فگندی از ازار   گفت کردم آں ردائے تو خمار

آپ نے دریافت فرمایا تم نے کون سا کپڑا سر پر اوڑھا تھا۔ عرض کیا آپ کی فلاں چادر بطور اوڑھنی لے رکھی تھی۔

گفت بہرِ آں نمود اے پاک حبیب   چشمِ پاکت را خدا بارانِ غیب

فرمایا اے پاک دل۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاک آنکھ کو غیب کی بارش کا نظارہ دکھایا۔

سبحان اللہ! حضور سرور عالم ﷺ کی چادر مبارک اوڑھنے سے سیّدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عجائبات غیب منکشف ہو گئے۔ غور کرو کہ جس کی چادرِ اقدس کی یہ برکتِ عظیم ہے۔ اس کے وجودِ مبارک کی عظمتوں، برکتوں، رفعتوں کا کیا کہنا اور اس کے علمِ پاک کی وسعتوں کا کیا ٹھکانا۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

* * *

حضور سرورِ عالم نُورِ مجسم ﷺ کا منصب ومقام اور آپ کے مرتبہ ورُتبہ کی عظمت ورفعت

ابن عساکر و بزار بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں۔ آدم وموسیٰ وعیسیٰ ونوح ومحمد علیہم السلام۔

وَخَيْرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (جواہر البیان ج ۱ ص ۲۱۲)

اوران سب میں افضل واعلیٰ محمد ﷺ ہیں۔

امام بخاری تاریخ میں طبرانی اوسط میں بیہقی وابونعیم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ اَنَا خَاتَمُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ۔

(جواہر البیان ج ۱ ص ۵۲۰)

میں تمام انبیاء ومرسلین کا پیشوا ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں۔

امام ترمذی حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (ترمذی)

میں تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل واعلیٰ ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے بہتر ہے۔

حاکم وبیہقی حضرت اُم المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں۔ حضور

ﷺ نے فرمایا:

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ (بیہقی)

میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔

حکیم ترمذی و بیہقی و ابنِ عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر خدا نے مجھ سے فرمایا:

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیْ۔ (بیہقی)

کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اپنے حبیب کو خلیل ونجی پر فضیلت دوں گا۔

ملک کونین میں انبیاء تاج دار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی ﷺ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَاَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ. اَيْنَ الْاُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہم سب سے آخری امت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا۔ پکارا جائے گا۔ اُمتِ اُمیہ اور ان کے نبی کہاں ہیں؟ اس لئے گویا ہم سب سے آخر میں ہیں مگر (قیامت کے دن) سب سے پہلے ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

* * *

حضور اقدس ﷺ کی قانونی اور تشریعی حیثیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے بحضور نبوی ﷺ حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کی۔ رمضان میں اپنی بیوی سے نزدیکی کی (یعنی روزہ توڑ دیا) فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی نہیں...... اتنے میں کھجوریں خدمت اقدس میں لائی گئیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جا ان کھجوروں کو خیرات کر دے۔ عرض کی حضور ﷺ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں۔

فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ وَقَالَ اِذْهَبْ فَاطْعِمْهُ اَهْلَكَ۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

رحمتِ عالم ﷺ یہ سن کر ہنسے حتیٰ کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو (یہ کفارہ کی کھجوریں) کھلا دے (صرف تیرے لئے اس امر کی اجازت ہے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا)

دار قطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا:

كُلْهُ اَنْتَ وَعِيَالُكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ۔

تو اور تیرے اہل وعیال یہ خرمے کھالیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ

ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کیلئے آپ سے اُمت کے متعلق مشورہ فرمایا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّ رَبِّیْ اسْتَشَارَنِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ فَقُلْتُ مَا شِئْتَ یَارَبِّ هُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ۔

بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کی کہ اے رب میرے، جو تو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دوبارہ مشورہ فرمایا۔ میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے سہ بار مجھ سے مشورہ فرمایا۔ میں نے پھر وہی عرض کی۔ اس پر رب العزت جل مجدہ نے فرمایا:

فَقَالَ تَعَالیٰ اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِیْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مَّعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ حِسَابٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَ۔

(کنز العمال ج ٦ ص ١١٢ خصائص کبریٰ ج ٢ ص ٢١٠ مسند احمد امام احمد ج ٥ ص ٣٩٣

اس پر رب العزت نے فرمایا۔ اے احمد بیشک میں ہرگز تجھے تیری امت کے بارے میں رد نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخل بہشت ہوں گے۔ ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔

حکم نبوی ﷺ کی تعمیل میں صحابہ کرام حضور کو سجدہ تو نہ کرتے مگر صحابہ کا دل چاہتا تھا کہ حضور کو سجدہ کریں

عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَھُمْ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ یُّسْجَدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَہٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ کُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِھِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَھُمْ عَلَیْھِنَّ مِنْ حَقٍّ۔ (رواہ ابوداؤد ورواہ احمد عن معاذ بن جبل)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حیرہ گیا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے بحضور نبوی ﷺ میں عرض کی میں حیرہ گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو۔ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیبیوں پر زیادہ ہے۔

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدہ کو سر ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

* * *

حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان واعتماد کی کیفیت

حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضور سیّد عالم نورِ مجسم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ وہ بیچ کر مکر گئے اور گواہ مانگا جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا اور کہتا تیرے لئے خرابی ہو حضور اقدس ﷺ حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ حاضرِ بارگاہ ہوئے۔ گفتگو سن کر عرض کی:

اَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَه‘۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور ﷺ کے ہاتھ (یہ گھوڑا) بیچا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: خزیمہ تم تو موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ تم نے گواہی کیسے دی۔ عرض کی۔

اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰى خَبَرِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَلَا اُصَدِّقُكَ عَلَى الْاَعْرَابِيِّ۔

یارسول اللہ ﷺ میں آسمان وزمین کی خبروں پر (جو آپ دیتے ہیں بغیر دیکھے) آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ کیا اُس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں؟

حضور علیہ السلام کے استعمال شدہ پارچات بھی باعث برکت ورحمت ہیں

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور علیہ السلام کا استعمال شدہ جبہ مبارک ہے۔ اب ہم

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا۔ (رواہ مسلم)

اس جبہ مبارک کو مریضوں کیلئے دھوتے ہیں (اور اس کا دھون پلاتے ہیں) اور اس کے ذریعہ شفاء حاصل کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے موئے مبارک کو بھی دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَهْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِّنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (بخاری ص ۲۹)

میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا اہل انس سے ملے ہیں۔ (یہ سن) کر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

(مسلم کتاب الفضائل ج ۳ ص ۳۵۶)

کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ

آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کے متعلق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کی ایک مثال

حاکم و دیگر محدثین کرام روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر کر اپنی ٹوپی تلاش کرنے لگے، مسلمان فوجیوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس حرکت کو پسند نہ کیا اور کہا۔ تیر برس رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ موت و حیات کا سوال ہے اور فوج کا جرنیل اتر کر اپنی ٹوپی کی تلاش میں مصروف ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹوپی کی تلاش کے بعد ٹوپی کی طرف متوجہ ہوئے، کہنے لگے۔ تمہاری حیرانی بجا ہے۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میری ٹوپی میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا اور اپنے بال کٹوائے تو ہر صحابی آپ کے موئے مبارک حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کیے اور اپنی ٹوپی میں رکھ لئے۔ پھر کہا:

فَلَمْ اَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ اِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۶)

ہر معرکہ میں یہ بال میرے ساتھ ہوتے ہیں اور انہیں کی برکت سے مجھے فتح حاصل ہوتی ہے۔

حضور علیہ السلام کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا

عَنْ ذَكْوَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ ظِلٌّ

فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ۔ (اخرج الحکیم الترمذی)

حضرت ذکوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں سایہ نہیں (دکھائی) دیتا تھا۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ص ۶۸)

حضور علیہ السلام کا کفِ دست ریشم و دیبا سے زیادہ نرم تھا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا مَسَسْتُ دِيْبَاجَةً وَّلَا حَرِيْرًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَعْتُ مِسْكًا وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۶۴، مشکوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے کسی ریشم اور دیباج کو حضور ﷺ کے کفِ دست سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی مشک وعنبر وغیرہ کی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

حضور علیہ السلام کے روضۂ انور کی زیارت کرنے والے کیلئے حضور ﷺ کی شفاعت ضروری ہوگی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ جس نے میری قبرِ مبارک کی میری وفات کے بعد زیارت کی۔ وہ ایسا ہی ہے جیسا وہ جس نے میری حیات میں زیارت کی۔ (خلاصۃ الوفا ص ۴۱)

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے میری قبر

کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ (خلاصۃ الوفا ص ۴۱)

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو ایک اشارہ سے شق قمر کریں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةٌ دُوْنَهٗ۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۲۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ سے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔

حسینانِ عالم میں سب سے حسین

عَنْ بَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهُمْ خَلْقًا۔ (بخاری شریف، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ صورت و سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی كَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِّنَ الْقَمَرِ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب حضور اکرم ﷺ مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

حج عمر میں ایک بار ہی فرض ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاں کہہ دیں تو ہر سال فرض ہو جائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حج ہر سال فرض نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے۔

حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ فِی الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُیُوْنِ۔ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۴۰)

امام بخاری و مسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حدیبیہ میں پانی نہ رہا۔ لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدمت اقدس میں عرض کی۔ سرکار پانی نہیں ہے۔

حضور علیہ السلام نے اپنا دست اقدس چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے

چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو وہ بھی اس پانی سے سیراب ہو جاتے۔ مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضور سرورِ عالم ﷺ کے تبسم سے

در و بام روشن و منور ہو جاتے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَخِيْطُ فِي السِّحرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ۔ (ابن عساکر' خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۳)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کپڑے سی رہی تھی تو سوئی گم ہو گئی۔ پس حضور ماہ مدینہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ کے رُخِ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

سوزن گم گشتہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

پسینہ مبارک کی بے نظیر خوشبو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی اکرم ﷺ کے

پسینہ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

حضور علیہ السلام کیلئے اندھیرا حجاب نہیں بنتا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰی فِی الظَّلْمَاءِ كَمَا يَرٰی فِی الضَّوْءِ۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام اندھیرے میں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے اجالے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۱)

حضور علیہ السلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَیَّ وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۹)

حضور ﷺ جب خندہ فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَالُوْءُ فِی الْجُدُرِ۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ جب نبی اکرم ﷺ خندہ فرماتے تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں جن سے در و دیوار روشن ہو جاتے۔

حضور علیہ السلام کے لعاب سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی

وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِنْ

مَآءٍ فَشَرِبَ مِنَ الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ فِی الْبِئْرِ فَفَاحَ مِنْهُ مِثْلُ رَائِحَةِ الْمِسْكِ۔

(ابن ماجہ' احمد' بیہقی' ابو نعیم' خصائص ج ۱ ص ۶۱' زرقانی ج ۴ ص ۹۶)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں مشک کی سی خوشبو آنے لگی۔

حضور اقدس ﷺ کا حسن و جمال بے مثل و بے مثال

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَنْوَرَهُمْ لَوْنًا لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّاشَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَكَانَ عَرَقُهٗ فِیْ وَجْهِهٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ۔

(زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۲۲۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

شیطان، حضور علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے نہیں آ سکتا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَيَرَانِیْ فِی الْيَقْظَةِ اَوْ كَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْيَقْظَةِ لَايَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِیْ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو حالت بیداری میں بھی دیکھ لے گا (اور جس نے

میری خواب میں زیارت کی) وہ ایسے ہے جیسے اس نے مجھے بحالت بیداری میں دیکھا۔ شیطان خواب میں میری شکل اختیار کر کے نہیں آ سکتا۔ (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ جس راستے سے گزرتے وہ خوشبو سے مہک جاتا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيْبِ وَقَالُوْا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الطَّرِيْقِ. (دارمی، بیہقی، ابونعیم، بزار، ابویعلیٰ، دلائل النبوۃ ص ۳۸۰، خصائص الکبریٰ ج ۳ ص ۶۷، زرقانی ج ۳ ص ۲۲۲)

حضرت جابر و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پا کر کہتے کہ اس گلی میں حضور اکرم ﷺ کا گزر ہوا ہے۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشکِ تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگذر کی ہے

※ …… ※ …… ※

بلغ العلی بکمالہ

انبیاء کی ضرورت

علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غایۃ تجرد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی رب العزت جل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لئے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت جل مجدہٗ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہٰذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کیلیے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں۔

لَہٗ وَجْہُ تَجَرُّدٍ وَنَوْعُ تَعَلُّقٍ۔

جس میں ایک وجہ تجرد کی اور دوسری وجہ تعلق کی ہو۔

یعنی تجرد کی جہت سے وہ خداوند قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیضِ الٰہی کو انسانوں تک پہنچادے۔ پس ایسا واسطہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور علیہ السلام کا ہے۔ علامہ شوکانی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

وَھٰذَا الْوَاسِطَۃُ ھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَاَعْظَمُھُمْ رُتْبَۃً وَّاَرْفَعُھُمْ مَنْزِلَۃً نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یہ واسطہ انبیاء کرام اور ان میں سے بڑا رتبہ اور سب سے اونچی منزلت ہمارے

نبی کریم علیہ السلام کی ہے۔

علامہ شوکانی کی اس تحقیق کے پیشِ نظر یہ بات کھل جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت اور انسانیت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے بندے ضرور ہوتے ہیں مگر ان کی بشریت ایسی ہوتی ہے جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

حسن محمدی

ام المومنین محبوبہ سید المرسلین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ کا حسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نورانی تھا۔

لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

(خصائص ص ۶۷ ج ۱)

جو بھی آپ کا وصف کرتا چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرۂ اقدس دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔

كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔ (حجۃ اللہ ص ۶۷۹)

کہ آفتاب چہرۂ مبارک میں جاری ہے۔

چودھویں چاند ہے روئے حبیب
اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

حضرت ہمدان کہتے ہیں۔ مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو تو میں نے کہا:

كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ۔ (حجۃ اللہ ص ۲۷۹)

حضور ﷺ کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا، میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا۔

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری چمک و دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تاجدار دو عالم ﷺ کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار جبہ زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں نے مقابلہ کیلئے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَاِذَا ھُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔

تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آسمانی چاند میں میل تھا اور محبوبِ کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہر سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مُشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے جب عاجز آ جاتے ہیں تو حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی اِنصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لئے فرماتے ہیں۔

لَمْ اَرَہٗ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا۔

حسن ہے بے مثل صورتِ لاجواب میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

ہستی کا نقشِ اوّل

نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی
جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجودِ کون و مکاں نہ ہوتا

جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں۔

وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ۔

اور بعثت میں ان سے پچھلا ہوں۔

دہر میں تیری ذات پہ ختم ہوئی پیمبری

اللہ عزوجل نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا۔ اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ۔ (مکتوبات ص۲۲۲ ج۳۰)

اگر تمہارا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصلِ دو جہاں نہ ہوتا
نہ عالمِ ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا

حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام نے بحضور نبوی ﷺ عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کیلئے نبوت کب ثابت ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اختیارِ نبوی ﷺ

حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

لِاَنَّہٗ یُقْسِمُ الْجَنَّۃَ بَیْنَ اَھْلِھَا۔ (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۹۵)

کیونکہ آپ جنتیوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخرت میں بھی نعمتوں کی تقسیم حضور ﷺ ہی کے دستِ اقدس میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ و نائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان سب آپ کے حکم کے مطیع اور ارادے کے زیرِ فرمان کر دیئے۔

یُعْطِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ (الجواہر المنظم ص ۵۲)

حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ سائلوں کی حاجتیں پوری اور مصیبت زدوں کی مصیبت دفع فرماتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

وَیُدْخِلُ الْجَنَّۃَ مَنْ یَّشَاءُ۔ (شواہد الحق ص ۱۵۳)

اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضور اشرف انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے اختیارات اور آپ کی حکومت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت سے برتر و افضل ہے۔

ملک وملکوت جن وانس وتمامی عوالم بتقدیر نصرت الٰہی عزوعلا در حیطۂ قدرت و تصرف دے بود۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۶۳)

ملک وملکوت جن وانسان اور تمام کائنات اللہ عزوجل کی عطا سے آپ کے حکم

کے مطیع اور ارادہ کے زیرِ فرمان ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بے سایہ رسول

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عالمِ شہادت میں حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

چوں لطیف تر از وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی)

کیونکہ ہر شخص کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام سے کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لئے آپ کا سایہ کس طرح ہوتا۔

یہ ہم کہتے ہیں دُنیا میں محمد ﷺ آئے بے سایہ
خدا جانے محمد ﷺ تھے کہ تھا سایہ محمد ﷺ کا

ولادتِ باسعادت

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جناب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

وَعِزَّۃِ رَبِّی اَنَا ذٰلِکَ الْکَوْکَبُ۔ (جواہر البحار ص ۷۷۶)

اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

جناب عباس رضی اللہ عنہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی مدح میں عرض کرتے ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ فَنَحْنُ فِیْ ذَالِكَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ۔

(خصائص کبریٰ ص ۳۹ ج ۱)

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہوگئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔

(نشر الطیب ص ۹)

تھی تاریکی جہاں بھر میں ترے بن
ترے جلوے سے روشن ہوگیا دن

طلوعِ اجلال

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے جب برج سیّدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ جنابِ آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوعِ اجلال فرمایا تو:

اِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔

آمنہ پاک کو ایسا نور نظر آیا جس کی روشنی میں انہوں نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ (مسندِ امام احمد ج ۱ ص ۱۲۷)

وہ ماہِ عرب آج کعبہ میں چمکا
وہ مالک ہے سارے عرب اور عجم کا

دعاءِ خلیل

وَاَخْرَجَ اِبْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِكَ قَالَ نَعَمْ اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِيْمَ وَكَانَ آخِرَ مَنْ

بُشْرٰی عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ۔ (خصائص کبریٰ ص ۹ ج ۱)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بحضور نبوی ﷺ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بناء کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآنِ مجید میں دعاءِ ابراہیمی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْھِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (پ ۱ البقرہ ۱۲۹)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے زبردست بڑی حکمت والا۔

حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ قَدِ اسْتُجِیْبَ لَكَ ھُوَ كَائِنٌ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ۔

(خصائص کبریٰ ص ۱ ج ۱)

اے ابراہیم تمہاری دُعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں۔

ظہور رحمۃ للعلمین کی خوشخبری سنانے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض یہ رکھا وہ اس بات کا اعلان

فرمائیں۔ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مژدہ سنایا۔

مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ۔ (قرآن مجید)

میں اس مقدس رسول کی بشارت سنانے آیا ہوں جس کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے۔ (پ ۲۸ الصف ۶)

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

سبحان اللہ! صحائفِ الٰہیہ کی پیش گوئیاں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد آسمانِ نبوت کے اس نیرِ اعظم نے طلوعِ اجلال فرمایا جس کے ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آ گئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کیلئے فضا سازگار ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ علمی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں جو کلام فرمایا۔ اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ (قرآن حکیم)

میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا بنایا۔ (پ ۱۶ مریم ۳۰)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی بطنِ مادر میں تھے کہ آپ کو انجیل الہام فرما دی گئی اور پالنے میں تھے کہ آپ کو نبوت عطا فرما دی گئی۔ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت ہے تو غور کیجئے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مرتبہ ہو گا جو دعائے خلیل و نویدِ مسیحا اور سیّد المرسلین ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا عالم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ یعنی نزولِ جبرئیلِ امین علیہ السلام سے قبل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے عالم تھے۔ اسی لئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ شب معراج

جب میں حریمِ خلوت گاہِ قدس میں پہنچا تو اس وقت اللہ عزوجل نے مجھ سے سوال فرمایا۔ میں جواب نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔

فَاَوْرَثَنِیْ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ اَخَذَ عَلٰی کِتْمَانِہٖ اِذْ عِلْمٌ لَایَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِہٖ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ وَعَلَّمَنِی الْقُرْآنَ فَکَانَ جِبْرِیْلُ یُذَکِّرُنِیْ۔ (مواہب لدنیہ ج۲ ص۲۹)

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے علوم اوّلین و آخرین کا وارث بنا دیا اور مجھے مختلف علوم تعلیم فرمائے ان میں سے ایک علم ایسا تھا جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا۔ کیونکہ وہ ازل سے جانتا تھا کہ اس علم کے اٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی اور میں نہیں ہے اور ایک وہ علم تھا جس کا مجھے اختیار دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کی تعلیم فرمائی اور جبریل تو یاد دلانے کیلئے آتے تھے۔

شاہد و شہید رسول

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم ﷺ شاہد بھی ہیں اور شہید بھی۔ کتابِ مجید میں ان دونوں صفتوں کا ذکر آیا ہے۔

یَااَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔

(پ۲۲ الاحزاب ۴۵)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وباشد رسولِ شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین

خود کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقتِ ایمانِ او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس اوے شناسد گناہانِ شمار او درجاتِ ایمانِ شمار او اعمالِ نیک و بد شمار او اخلاص و نفاقِ شمار ا۔ لہٰذا شہادتِ او در دنیا و دین بحکمِ شرع در حقِ اُمت مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول قیامت کے دن میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کون سا حجاب ہے تو حضور ﷺ ہر اُمتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ آپ نے جو کچھ تھا سب اپنے مقدس رسول پر نثار کر دیا اور اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بحضور نبوی ﷺ پیش کر دیا۔

پروانہ کو چراغ عنادل کو پھول بس . صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضور ﷺ کا علم وسیع

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سورج ڈھلے جلوہ فرما ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر قیام فرمایا اور قیامت کے ذکر کے دوران فرمایا:

قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَسْئَلَ عَنْ شَيْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فَاَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَآءِ وَاَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ

اٰنِفًا فِی عَرْضِ هٰذَا لْحَائِطِ فَلَمْ اَرَا کاالْخَیْرِ وَالشَّرِّ۔

جس کو جو پوچھنا ہو پوچھ لو جب تک میں اس جگہ قیام فرما ہوں۔ تم جو بات پوچھو گے بتاؤں گا۔ یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگے تو عبداللہ بن حذافہ بھی کھڑے ہوئے۔ عرض کی میرا باپ کون ہے؟

آپ نے فرمایا حذافہ! پھر آپ بار بار یہی فرمانے لگے۔ پوچھو، پوچھو!

بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی۔ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے رسولِ برحق ہونے پر راضی ہوئے۔

(بخاری)

اس پر حضور خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا: ابھی جنت و دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں پیش کی گئی تو میں نے (جنت جیسی) عمدہ اور دوزخ جیسی بری چیز نہیں دیکھی۔ (بخاری)

حضور سیّد عالم ﷺ کو معلوم تھا کہ منافقین بطور امتحان آپ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اعلان کیا۔ مجھ سے جو پوچھو جواب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے والد کے متعلق سوال کیا کہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ رونے لگے کہ کہیں عذاب نہ نازل ہو جائے۔ منافقین اللہ کے نبی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ بار بار فرما رہے ہیں کہ پوچھو پوچھو تو مذکورہ بالا کلمات عرض کئے۔ تب جا کر حضور ﷺ کو سکون ہوا۔

اس حدیث سے بلا کسی کھینچ تان کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کے

علم پاک کے متعلق کلام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ فلاں بات کا علم حضور ﷺ کو نہیں ہے۔ علامت نفاق ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی عن شیئ فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کرنا ہے کرلو میں جواب دوں گا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر چیز کے عالم ہیں۔ ورنہ اس عموم کے ساتھ اعلان نہ فرماتے۔

حضرت علامہ بدر محمود عینی شارح بخاری نے روح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مرتبہ ومقام بہت بلند ہے۔

هُوَ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَسَيِّدُ خَلْقِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ غَيْرَ عَالِمٍ بِالرُّوْحِ وَكَيْفَ وَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (عینی ج ا ص ۶۱۲)

وہ حبیب اللہ ہیں، مخلوقِ الٰہی کے سردار ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ روح کے عالم نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان فرمایا (اور قرآنِ حکیم) میں آپ کے متعلق فرمایا) ہم نے آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر تو اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔

دیکھئے علامہ عینی نے یہ آیہ مبارکہ **عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ** میں مَا کو عموم پر رکھا اور مَا سے یہ استدلال فرمایا کہ اس کے عموم میں روح بھی داخل ہے۔ پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو روح کا علم نہ دیا ہو۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں۔ آیت **يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ** سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو روح کا علم نہیں دیا یا حضور علیہ السلام روح کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ **وَقَدْ قَالَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ لَيْسَ فِى الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الرُّوْحَ لَا يُعْلَمُ وَلَا عَلٰى اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهَا۔** (عینی ج ا ص ۶۱۲)

دُودھ کا پیالہ اور اصحابِ صفہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں سرِ راہ آ بیٹھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے قریب سے گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی چند آیتیں دریافت کیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا دیں گے۔ مگر وہ یونہی تشریف لے گئے۔ پھر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ آئے۔ ان سے میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ ان سے بھی غرض وہی تھی مگر وہ چلے گئے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور دیکھ کر تبسم فرمایا: یعنی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ گئے' آپ نے فرمایا: ابو ہریرہ میرے ساتھ چلو۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور ﷺ دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک دودھ کا پیالہ بھرا ہوا پایا۔ گھر والوں نے حضور ﷺ کو اس شخص کا نام بتلایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ کیا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جاؤ۔ اہلِ صفہ کو بلاؤ (اہلِ صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ جن کو کسی کا سہارا نہ تھا۔ یہ اسلام کے مہمان کہلاتے تھے نبی علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ جب صدقہ آتا تو سب اہلِ صفہ کو عطا فرما دیتے اور اگر ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اہلِ صفہ میں جو ستر اصحاب ہیں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہوگی۔ مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آ جاتی۔ اب دیکھئے اس ایک پیالہ دودھ سے مجھے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ ہی خیالات تھے اور اطاعتِ رسول ﷺ کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں نے سب کو بلایا اور اہلِ صفہ خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے دودھ کا پیالہ مجھے دیا اور فرمایا: ان سب کو پلاؤ' میں نے پلانا شروع کیا' یکے بعد دیگرے سب سیر ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا رہا۔

پھر میں نے یہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اب تو میں رہ گیا ہوں یا تو رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی سرکار سچ ہے۔ فرمایا اب تم پی لو میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ میرا پیٹ بھر گیا۔ مگر پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ فرمایا اور پی لو۔ میں نے پھر پیا۔ حضور ﷺ یہی فرماتے رہے کہ پیو پیو۔ آخر میں نے عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا وَجَدْتُ۔ (بخاری)

مجھے اس ذات کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اب تو پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔

پھر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ نوش فرما لیا۔

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن علامت و آیات نبوت کی جامع ہے۔ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ اخلاقِ محمدی دیکھئے کہ کاشانۂ نبوت میں ایک پیالہ دودھ آتا ہے کتنا بڑا' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔ مگر نبی علیہ السلام اتنی سی خوراک پر ان سب کو بلا لیتے ہیں جو اسلام کیلئے گھر بار کو تج کر' جو اہل وعیال کو چھوڑ کر' مال ومنال سے منہ موڑ کر دربارِ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

ہر ایک شخص نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانا پڑی کہ گنجائش نہیں ہے۔ مگر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعجاز دیکھئے کہ آپ نے ایک پیالہ دودھ کا دودھ کا سمندر بنا دیا اور ستر اصحابِ صفہ اس ایک پیالہ دودھ سے سیر ہو گئے اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔

کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا۔ سب کیلئے کافی تھا۔ اس پیالہ کو ختم کر دینے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت سے اس پیالہ سے دودھ کی نہریں جاری ہو گئی تھیں۔

حنینِ جذع

سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے نبی ﷺ کو اللہ عزوجل نے جو معجزات عطا فرمائے۔ وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی نے پوچھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاءِ اموات کے مقابل حضور ﷺ کو کیا عطا ہوا تو آپ نے فرمایا:

حَنِیْنُ الْجِذْعِ فَھٰذَا اَکْبَرُ مِنْ ذَالِکَ۔

(کتاب مناقب الشافی لابن ابی حاتم)

حنینِ جذع کا معجزہ جو احیائے اموات سے اکبر ہے۔

حنین لغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ جذع کھجور کا کٹا ہوا خشک تنا۔ حضور سیّد عالم ﷺ جب پہلی بار جمعہ کے دن منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور وہ کھجور کا تنا حضور ﷺ کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔

صَاحَتِ النَّخْلَۃُ صَیَاحَ الصَّبِیِّ۔

وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا۔ (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔

سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ صَوْتًا کَصَوْتِ الْعِشَارِ۔ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۷۵)

کھجور کے اس تنے سے حاملہ اونٹنی کی آواز کی طرح آواز ہم نے سنی۔

حاضرینِ مجلس حیران ہوئے۔ کھجور کی ایک خشک لکڑی سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ مگر یہ بات کسے معلوم تھی کہ اس خشک لکڑی کو کس حسن والے کی جدائی دلا رہی ہے۔

اور بخاری شریف میں سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام

کَانَ جِذْعٌ یَقُوْمُ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَہٗ

الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰی نَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ۔ (بخاری)

جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنے سے تکیہ لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کیلئے منبر بن گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی۔ جیسے گابھن اونٹنی کی آواز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام منبر سے اترے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تب جا کر وہ خاموش ہوا۔

حضور ﷺ کا یہ معجزہ عیسیٰ علیہ السلام سے متعدد وجوہ سے اکبر و اعظم ہے چوب خشک جس میں انسانی جسم کی طرح نہ عادتاً کبھی حیات تھی اور نہ آ سکتی ہے زندہ ہونا اور حزن و ملال جیسی انسانی صفات کا اس میں پیدا ہو جانا بہت ہی عجیب و غریب ہے۔

جو بات لبِ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے دکھلائی
وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا

النّبی الامّی

نبی امی ہونا حضور ﷺ کے اعظم خصائص میں سے ہے۔ قرآن نے بھی حضور سیّد عالم ﷺ کے اس وصف کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ۔ (الاعراف ۱۵۷)

مومن وہ ہیں جو رسولِ امی کا اتباع کرتے ہیں۔

حضور حضیرۂ قدس کے متعلم ہیں۔ آپ کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف رب العلمین سے اور کسی سے نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا نبی امی کے دربار میں عظیم و جلیل فصحاء‘ بلغا‘ علماء اور فلاسفروں کی جماعتوں کو یہی عرض کرنا پڑتا تھا کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں‘ نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

سبحان اللہ! وہ شخصِ کریم جس نے کسی سے تعلیم نہیں حاصل کی، جو ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کیلئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں۔ دماغ کو روشن، ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب اخلاق، تدبیرِ منزل، اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

امی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبانِ عالم

الغرض نبی امی ہونا ہمارے رسول ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے اور تاریخ میں اس بات کا کہیں پتہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آن اور ایک لمحہ کیلئے بھی آپ کا معلم و استاد بنا ہو۔ صحابہ کرام میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے بڑا ہے اور افضل الخلائق بعد الانبیاء ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ آپ نے جب آفتابِ رسالت و مہتابِ نبوت کے علم و فضل کا مشاہدہ کیا۔ تو دربار نبوی ﷺ میں عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مختلف ممالک کے وفود سے انہیں کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کو کس نے تعلیم دی ہے۔ حضور نے فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔

مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

اللہ اکبر! پڑھنے والے رحمۃ للعالمین ہیں اور پڑھانے والا رب العلمین ہے۔ رحمٰن نے اپنے عبدِ خاص کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم سینۂ نبوی میں ودیعت رکھ دیئے۔ یہ کون بتا سکتا ہے اور کون ہے جو آپ کے علمِ ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتا ہے۔

ایسا اُمّی کس لئے منّت کشِ اُستاد ہو
کیا کفایت اس کو اقرأ وربک الاکرم نہیں

حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام احد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے۔ حضور ﷺ کے ہمراہ جناب صدیق اکبرؓ فاروقِ اعظم اور عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ اُحد پہاڑ ہلنے لگا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اے اُحد پہاڑ ٹھہر جا۔ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَہِیْدَان۔ (بخاری) اس وقت تجھ پر ایک نبیؐ ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

❀……❀……❀

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اے غیب کی خبریں دینے والے

آپ نے کتاب جامع الصفات میں یاایھا النبی کا ترجمہ غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے اور آیت فَبِھُدَاھُمُ اقتدہ کا مطلب ومفہوم یہ بیان کیا ہے کہ حضور سرورکائنات ﷺ تمام انبیاء سابقین کے معجزات وکملات کے جامع ہیں۔ ہمارے شہر کے ایک جید عالم دین کا اعتراض یہ ہے۔ آیاتِ مذکورہ کا یہ ترجمہ ومفہوم عقلاً ونقلاً درست نہیں۔ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردے زندہ کرنا بتایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اگر تمام انبیاء کرام کے معجزات وکمالات کے جامع ہیں تو آپ نے کون سے مردے زندہ کئے۔ نیز کسی مفسر نے آیاتِ بالا کا یہ مفہوم لیا ہے تو تفسیر کا حوالہ دیا جائے۔

الجواب

تفسیر روح البیان وتفسیر روح المعانی اور دیگر تفاسیر میں آیاتِ بالا کا وہی مفہوم بیان کیا گیا ہے جو میں نے کتاب جامع الصفات میں درج کیا ہے آپ کے جید عالم صاحب جس ذہن کے ہیں میرے خیال میں تفسیری حوالوں سے زیادہ انہیں ان کے اکابر کی تصریحات زیادہ سکون مہیا کرسکتی ہیں۔ چنانچہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر

مولوی قاسم نانوتوی آبِ حیات میں حضور سرورِ عالم ﷺ کی حیات النبی نہ قرار دیتے تو آج اس مکتبہ فکر کے لوگ بھی اہلحدیث فرقہ کی طرح حضور ﷺ کی حیاتِ جسمانی کے منکر ہی ہوتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بعض اوقات ان کی زبان وقلم سے ایسی باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جو ان کے مسلک وعقیدہ کے بہر حال خلاف جاتی ہیں مگر نیزہ سے نکلا ہوا تیر واپس کب آتا ہے۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری نے اپنے رسالے بینات میں وہی کچھ لکھا ہے۔ جو میں نے جامع الصفات میں آج سے بتیس سال قبل تحریر کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے کتاب النبوت میں جو فرق بیان کیا وہ ہمیں سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے ”کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صرف غیب کی خبروں سے قوم کو اطلاع دیتا ہو' ان کو نصیحت کرتا ہو۔ ان کی اصلاح کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو وحی ہوتی ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ اگر ان اوصاف کے ساتھ وہ کفار کی طرف اور نافرمان قوم کو تبلیغ پر مامور بھی کیا جائے تو وہ رسول بھی ہوگا“۔

اب ہم قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء ورُسل کے خواص ولوازم پیش کرتے ہیں۔ لیکن اتنا معلوم رہے کہ انبیاء ورسل کے عام خصائص بحیثیت نبوت ورسالت سب مشترک ہیں۔ قرآن کریم نے جتنے کمالات واوصاف انبیاء ورُسل کے بیان کر دیئے ہیں۔ وہ سب حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ ﷺ میں بوجہ کمال موجود ہیں۔ کیونکہ آپ سب انبیاء ورسل سے افضل ہیں۔ آپ سیّد الانبیاء ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ نصوصِ قطعیہ کا مفاد ہے اور اُمتِ مرحومہ کا عقیدہ ہے اور تاریخ عالم کی ”حقیقتِ ثابتہ“ ہے اور اسلامی دور کے حیرت انگیز کارنامے اس کے شاہد عادل ہیں۔ قرآنِ کریم نے بہت سے انبیاء ورُسل کے خصائص وکمالات بیان کرنے کے بعد آپ کو حکم دیا اور فرمایا

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ (الانعام) یعنی یہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے۔ آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلئے۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوا کہ انبیاء کے جتنے علمی و عملی کمالات تھے آپ ان سے مالا مال تھے۔

(ہفتہ وار خدام الدین لاہور، بنوری نمبر ص ۳۹۴)

دیکھئے بنوری صاحب نے نبی کے معنیٰ (غیب کی خبریں دینے والے) کے کئے ہیں اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں اور یہ کہ حضور ﷺ کا جامعِ جمیع کمالاتِ انبیاء ہونا۔

نصوصِ قطعیہ کا مفاد ہے۔ اُمت کا اجماعی عقیدہ اور تاریخِ عالم کی حقیقتِ ثابت ہے۔ رہا مردے زندہ کرنا تو

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے مردہ زندہ کئے۔ اس کے مقابل حضور علیہ السلام کا معجزہ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا:

حنين الْجذْعِ هذا اَكْبر مِن ذَالِكَ۔

حنینِ جذعہ کا واقعہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے اموات سے بڑھ کر ہے۔

حنین یعنی وہ کھجور کا تنہ جس سے تکیہ لگا کر حضور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب وہ اس اعزاز سے محروم ہوا اور حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ دیا تو اس کھجور کے تنہ سے رونے کی آواز آنے لگی۔ حضور علیہ السلام کا یہ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے برتر و افضل ہے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے   باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا   خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

* * *

وہ خدا کا آستانہ...... یہ نبی کا آستانہ

وہاں خیر و شر کی پرسش یہاں عفو کا بہانہ
وہاں خوف سے لرزنا یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِيْ مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنانے کی دعا فرمائی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کے صاع اور مد کیلئے برکت کی دعا کی جیسے جنابِ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے دعاءِ برکت کی۔

وحرمت المدینۃ کما حرم ابراہم مکۃ کے الفاظ سے محمد بن ذہب، زہری، امام شافعی، مالک، احمد واسحاق رضی اللہ عنہم نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ حرمِ مدینہ کے بھی وہی احکام ہیں جو حرمِ مکہ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ حرمِ مدینہ کے درخت یا گھاس کاٹنی حرام ہے مگر ایسا فعل کرنے والے پر فدیہ نہیں ہے۔ ابن ذہب کی رائے یہ ہے کہ فدیہ بھی واجب ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ حرمِ مدینہ کا احترام تو واجب ہے مگر وہاں شکار کرنا، گھاس کاٹنا نہ تو ممنوع ہے اور نہ اس فعل پر فدیہ لازم ہے۔ مسئلہ اگرچہ خالص فروعی ہے۔ تاہم مسلک حنفیہ متعدد وجوہ سے قوی ہے۔ اوّل تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر پر متفق ہیں کہ حرم مدینہ کے درخت کاٹنے یا گھاس اکھیڑنے یا شکار کرنے پر فدیہ واجب نہیں ہے تو اگر حرم مدینہ کا حکم حرم مکہ کی طرح ہوتا تو فدیہ کے وجوب کا قول کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ حرم مکہ کے درخت کاٹنے پر سب کے نزدیک فدیہ لازم ہے۔ اسی طرح حرم مکہ میں واجب القتل مجرم سے قصاص لینا حرام ہے۔ مگر تمام ائمہ اس پر متفق ہیں۔ حرم مدینہ میں اگر مستحق قتل مجرم داخل ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوتا تو حرم مدینہ میں داخل ہونے والے مجرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہتے تھے۔

ثانیاً تعاملِ صحابہ، بلکہ خود سرورِ عالم ﷺ نے حرم مدینہ کے درخت وغیرہ کاٹے ہیں۔ حضور ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبورِ مشرکین کو مسمار فرمایا۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (ابن ابی شیبہ طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم اُحد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھالو۔ ظاہر ہے کہ کھانا بغیر کاٹنے یا اُکھیڑنے کے ناممکن ہے۔

(طبرانی)

حدیثِ مسلم **ولا تخبط فیها شجرة الا العلفِ۔** مدینہ کے درخت نہ کاٹے جائیں مگر چارہ کیلئے۔ حضور ﷺ نے چارہ کیلئے کاٹنے کی اجازت فرمائی۔ اگر حرم مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے تو چارے کیلئے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی، حالانکہ حرم مکہ کے درخت چارہ کیلئے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث زیرِ بحث

اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ سب ظنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ کراہتِ تحریمی ثابت کرنے کیلئے دلیلِ قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی چیز کی کراہتِ تحریمہ کے ثبوت کیلئے قطعی الدلالت ظنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبر احاد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو۔ خبر احاد کہ مفہوم ان کا ظنی ہو، سے کسی چیز کا سنت یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہت تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی اور حدیث زیر بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ قطعی الدلالت نہیں ہیں۔ اگر قطعی الدلالت ہوتیں، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور خود حضور ﷺ کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدودِ مدینہ کا حرم ہونا بمعنی احترام ہے تحریم نہیں اور اس باب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بہت قوی ہے۔

مکہ معظمہ کی عظمت و برکت

۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ و تراویح کی پابندی کرے۔ وہ ایک لاکھ رمضانوں، اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدانِ جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائے گا۔

(ابن ماجہ)

۲) مکہ مکرمہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا حدودِ حرم مکہ میں شکار تو درکنار اس کی طرف اشارہ کرنا، اسے ستانا، اُٹھانا، ممنوع و حرام ہے۔ اگر مجرم حرم میں آجائے تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع ہے۔ حدودِ قصاص حدودِ حرم مکہ میں جاری

نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ مجرم حدودِ حرم سے باہر آ جائے۔ قرآنِ مجید نے فرمایا: من دخلہ' کان آمنا اور اگر وہاں مذکورہ بالا کام ممنوع کام کر لئے تو کفارہ واجب ہے۔ اکثر شوافع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لے جانا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آبِ زمزم مکہ سے باہر لے جانا سنت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور ﷺ نے آبِ زمزم کے دو مشکیزے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے حج کے موقع پر حضور ﷺ نے آبِ زمزم اپنے ساتھ لیا اور عرصہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسندِ صحیح مروی ہے کہ حضور ﷺ نے متعدد بار آبِ زمزم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے

حضور سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ ۔ (بخاری)

مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا۔

إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ (بخاری و مسلم)

بیشک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنا دیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حرمت ہمیشہ کیلئے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

سوال پیدا ہوتا ہے دیگر متعدد حدیثوں میں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ (مسلم) اس

حدیث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ طوفانِ نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھا لیا گیا' تو لوگ مکہ کی عظمت وحرمت کو بھول گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

۱) اِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔ (بقرہ)

الٰہی اس شہر کو امان والا کر دے اور اس میں رہنے والوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

۲) فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ۔

الٰہی لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل کر دے۔

تو مکہ تو ابتداء ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت و عظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بناء پر مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے معمارِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ نوح کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا' یہ تعمیر خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی معمارِ کعبہ کہتے ہیں ورنہ اوّلیت تو حضرت آدم علیہ السلام ہی کو حاصل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم بنایا

غور کیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی' مکہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے

حرم بنایا ہے، مگر ہر دین وملت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی۔ مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔ وہاں وباؤں کا ہجوم تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ کا نام بھی یثرب (وباؤں کا گھر) تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ حَرَامًا اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا۔ (بخاری ومسلم)

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔ میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔

یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور ﷺ نے اپنی ذاتِ اقدس کی طرف کی ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ معلوم ہوا حضور ﷺ اللہ کی طرف سے مختارِ کائنات ہیں۔ جس چیز کو چاہیں محترم ومعظم بنا دیں۔

یہی وجہ ہے جب حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے تو حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی حضور ﷺ اذخر گھاس کو اکھاڑنے کی اجازت دے دیجئے، کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔

(بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس حکم سے چاہیں کسی کو اس سے مستثنیٰ فرما دیں۔ جبھی تو حضورِ اکرم ﷺ نے اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت فرما دی۔

خلیل وحبیب میں فرق

اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے مقام ودرجہ پر روشنی پڑتی ہے۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کی طرف مدینہ کو حرم بنایا جو معظم ومقدس نہ تھی۔ جس کا نام ہی یثرب (بلاؤں کا گھر) تھا۔

واضح ہو

حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں‘ تو حرم مدینہ کو حرم مکہ کے ساتھ تشبیہ بعض وجوہ سے ہے۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے آیت اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِنْدَاللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے۔ لہٰذا حرمتِ حرمِ مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمت حرم مدینہ بمعنی احترام و تعظیم ہے۔

حرم مدینہ کا احترام واجلال

مدینہ منورہ کی عظمت واحترام حضور ﷺ کے وجودِ مطہر کی وجہ سے ہے۔ مدینہ کی سرزمین کا ادب واحترام لازم وواجب ہے۔ مکہ میں کعبہ ہے مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرما ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

مکہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی پچاس ہزار نیکیوں کے برابر ہے‘ مگر ایک گناہ‘ ایک ہی گناہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ

وہاں خیر و شر کی پُرسش یہاں عفو کا بہانہ
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنَّكَ لَخَیْرُ اَرْضِ اللّٰہِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰہِ اِلَیْہِ۔

(ابن ماجہ و ترمذی)

بخدا مکہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر ہے اور تمام زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے۔

جمہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جمہور کا یہ استدلال سر آنکھوں پر مگر

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اتنی بات یاد رہے یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی، تک محدود ہے۔ ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جہاں آج حضور ﷺ جلوہ فرما ہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ (مرقات)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْ مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِیْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ يَعْنِیْ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ۔ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! انہیں ان کے پیمانوں میں برکت عطا فرما۔ الٰہی، ان کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔ حضور ﷺ کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

فوائد و مسائل

۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام و کفارات میں اور مسلم و نسائی نے مناسک میں ذکر کیا۔

۲) حضور ﷺ نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دعا فرمائی۔ تو یہ دینی

و دنیوی دونوں قسم کی برکت کو شامل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات ﷺ کی جلوہ گاہ ہے حضور ﷺ نے مدینہ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فضائل مدینہ

آپ نے فرمایا۔ میری امت جب تک مدینہ منورہ کی حرمت و عزت پر قائم رہے گی بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حرمت و عزت سے کنارہ کش ہو جائے گی تو برباد ہو جائے گی۔ (ابن ماجہ) امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدودِ مدینہ کا ادب و احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مدینہ شریف کی عظمت و عزت سے متعلق حضور ﷺ کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) حضور علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّهٗ (بخاری ومسلم)

الٰہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کر دے۔ جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ مدینہ کو پیارا و محبوب بنا دے۔

مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ الٰہی یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل کر دے۔ (بخاری ومسلم)

یہ حضورِ اکرم ﷺ کی دعا کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا بہت صحت بخش ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جحفہ جو حرمین طیبین کے درمیان ایک چھوٹی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں۔ وہاں رُکنے اور جانے والے عموماً بخار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا شام فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ۔

حالانکہ مدینہ ان کیلئے بہتر ہے۔

سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ مدینہ تمام جگہ سے افضل ہے اور اس میں مکہ بھی داخل ہے۔ اس بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ (مرقات) بات یہی درست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے۔ وہاں ہزارہا انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات ہیں۔ یہ متبرک مقام ہیں۔ قرآن نے کہا۔ اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لیکن مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس لئے سارے تارے وہاں ہیں مگر نبوت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ سَمّٰی الْمَدِیْنَۃَ طَابَہ‘۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ رکھا۔

مدینہ شریف کے سو سے زیادہ نام ہیں۔

طیبہ‘ بطحا‘ مدینہ‘ ابطح وغیرہ۔ ہجرت سے قبل اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمالقہ کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سزا‘ سرزنش‘ مصیبت و بلا کے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ لیکن اب مدینہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں۔ یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزنِ شعری میں کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

سیّدنا احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو مدینہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں فرماتے ہیں جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے‘ وہ بطورِ کفارہ دس بار اس

ارضِ مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام طابہ یا طیبہ ہے۔ **یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبَ وَھِیَ الْمَدِیْنَۃُ۔** (بخاری)

حضور ﷺ نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے۔

خود حضور سرورِ عالم ﷺ کو مدینہ سے ایسی محبت تھی کہ جب سفر سے واپسی پر مدینہ نظر آتا تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے۔ (بخاری)

مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر اُحد پہاڑ ہے۔ مدینہ شہر خصوصاً جنت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب یہ پہاڑ حضور ﷺ کو نظر آیا تو فرمایا:

ھٰذا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا نُحِبُّہٗ۔

یہ پہاڑ ہے ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے کسی حدیث میں مکہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام پر دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا۔ (احمد و ترمذی)

جو مدینہ میں مر سکے وہاں ہی مرے۔ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

سیّدنا امام فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول دُعا فرماتے تھے کہ الٰہی مجھے اپنے محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے۔ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول

ہوئی۔ نمازِ فجر کے وقت مسجدِ نبوی، مصلی نبوی، محرابِ نبوی میں شہادت پائی۔

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے۔ صرف حج فرض کی ادائیگی کیلئے ایک بار مکہ معظمہ میں حاضری دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرْکَۃِ۔

(بخاری)

الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ کو عطا فرما۔

مکہ معظمہ میں لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی بھی سخت گناہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ حرم مکہ میں احتکار ایسے ہے جیسے اس مقدس شہر میں الحاد و بے دینی کو پھیلانا۔

ویسے بھی مکہ معظمہ میں گناہ کرنا ہزار گناہ کے برابر ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف ارادۂ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے مگر مکہ معظمہ میں گناہ پر بھی پکڑ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ومن یرد فیہ بالحاد الخ۔ اسی بناء پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ معظمہ کی سکونت ترک کر دی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں جا بسے۔

✿……✿……✿

امیر اہل سنت شارح بخاری
حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری قدس سرہ العزیز
(ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان) امیر و شیخ الحدیث مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف ۔ لاہور

کی یادگار تصانیف

فتاویٰ برکات العلوم

خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

فیوض الباری
شرح صحیح بخاری

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

روشنی

سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ

دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سلامی تقریبات

رسائل فضائل شعبان و رمضان

بصیرت

مسائل نماز

لمحاتِ فکر

رضوان کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور
فون: 042-37114729، موبائل: 0300-8038838
ویب سائٹ: www.hizbulahnaf.com
RIZWAN KUTAB KHANA